Lataif-i-Rashidiyah

by

Rashid Ahmad

1900

فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه

چہ دلبرند کہ دل می برند پنہانی	مخدرات ابکار پردہ ہائے قرآنی

الحمد للہ کہ مکاتیب بہجت اسالیب از تصنیف لطیف
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مدظلہ العالی

الموسوم بہ

لطائف رشیدیہ

باضافہ شرح حدیث آخر رجل دخولا الجنۃ و فتوی ثبوت پردہ وجہ مسند بآیات و روایات

حسب فرمایش

جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی

سنہ ۱۳۱۸ ہجری

بار اول بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ میں چھپا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا

بعد حمد و صلوٰۃ کے بندہ فقیر محمد تقی یحییٰ اخفر تلامذہ حضرت مولانا مدفیوض
بعالیخدمت حضرت قدر دانان تحقیقات عجیبہ و رمز شناسان تدقیقات غریبہ عرض رس
ہے کہ حضرت کی مختلف تصانیف جو بارہا چھپ چکی ہیں اور بوجہ اپنے مقبول ہ
کے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں اُن میں سے لطائف رشیدیہ ج
ہیں بعض آیات قرآنی کا مطلب بیان فرمایا گیا ہے اب ایک عرصہ سے دستی
نہیں ہوتی باوجودیکہ پہلی مرتبہ جو طبع ہوئی تھی اُس کا کاغذ وغیرہ بھی مرغو
طبع نہیں پڑا اس لئے اب یہ نحیف اس رسالہ کو باضافہ چند مسائل دیگ
ہیں سے ایک مسئلہ حجاب ہے دوسرا مکتوب انوار القلوب جو بشرح حدیث
رجل دخل الجنۃ حضرت نے تحریر فرمایا تھا۔ دوبارہ طبع کراتا ہے کہ نفع عام
فائدہ تام ہو۔ واللہ المسئول بحسن الختام۔ فقط والسلام

مؤرخہ اول محرم الحرام روز پنجشنبہ

سنہ ۱۳۱۸ھ

مکتوب اول در تحقیق معانی بعض آیات بنام مولوی محمد صدیق صاحب مرادآبادی

سوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بعد نقل عبارت شیخ عربی آیۃ وعلی الذین یطیقونہ کے غیر منسوخ ہونے کی یہ وجہ
ھی ہے قلت عندی وجہ آخر وھو ان المعنی وعلی الذین یطیقون الطعام فدیۃ ھی طعام مسکین فاضمر
ل الذکر لانہ متقدم رتبۃ وذکر الضمیر لان المراد من الفدیۃ ھو الطعام والمراد منہ صدقۃ الفطر عقب اللہ تعالی
مر بالصیام فی ھذہ الایۃ بصدقۃ الفطر کما عقب الایۃ الثانیۃ بتکبیر العید انتہی اطعام طعام سے صدقہ فطر
ہوتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوتا تو اس معنی کی تقریر ہو توضیح ارشاد ہو اور آیت آئندہ سے بر تقدیر تسلیم اس
نی کے اس آیت شریفہ کو کیا ربط ہے ؟

الجواب مولوی محمد صدیق صاحب السلام علیکم۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے مراد فدیہ طعام مسکین سے صدقہ فطر
یا تو اب بعد کی آیت میں فرمایا کہ اگر زیادہ ایک آدمی کی خوراک سے دو تو بہتر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ زیادہ قدر فرض سے
یا اولی ہے اور یہ آیت وان تصوموا خیر لکم الایۃ جملہ ہے بتاکید صوم کہ ہر گاہ کہ صوم کی مشقت اور
یہ دینی کی کلفت قلب پر گذری تو فرمایا کہ روزہ رکھنا اگرچہ گراں ہو مگر بہت اچھا ہے اگر تم کو علم ہے تو بوجہ
قت کرنا اور مال کا فدیہ دینا کس قدر مصالح دینی و دنیوی کو مشتمل ہے الی آخر ما قال رہا اطعام سو اس کے معنی
ام دادن کے ہیں یہ تملیک کے منافی نہیں فدیہ کے لفظ سے تملیک نکلتی ہے کما ھو الظاہر ٭

سوال سورۂ نسا میں جو ارشاد ہے فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا اس آیت کے کیا
ی ہیں اور فان خفتم اور فانکحوا شرط و جزا ہیں یا اور کچھ ؟

الجواب ان خفتم اور فانکحوا شرط و جزا ہیں اور معنی یوں ہیں اگر خوف کرتے ہو کہ عدل نہ کر سکو گے یتامی
ں تو نکاح کر لو اور عورتوں سے جو خوش آویں تم کو دو دو الخ یعنی اگر یتامی کے نکاح سے اندیشہ ہے تو اور عورتیں
و کیا ضرور ہے کہ یتامی کو کر کے اندیشہ میں پڑو عورتیں بہت ہیں اور تم کو وسعت جہاں تک کی ہے پھر یتامی کا
ی کرنا کیا ضرور ہے اور یہ ایسی شرط جزا ہے جیسی فان لم تفعلوا فاتقوا النار الخ اول سورۂ بقر میں ہے
ہذہ النصوص میں مخالف امام صاحب کے نزدیک نہیں ہوتا اور شافعی صاحب مفہوم جب لیتے ہیں کہ قید کا کوئی
دہ نہ ہو پس اب کوئی وجہ اشکال و خفا کی نہیں ٭

سوال ویوم تشقق السماء بالغمام میں مراد غمام سے کیا ہے ؟

الجواب غمام کے ترجمہ کو بیضاوی جلالین نے بادل سفید لکھا ہے بیضاوی کہتا ہے کہ جب آسمان شق
ہوگا تو اس میں سے ایک غمام نکلیگا اس میں ملائکہ ہوویںگے اور جلالین کہتا ہے کہ غمام کہ آسمانوں کو لگا ہوا ہے

مع آسمانوں کے پھٹ جاویگا۔

سوال او آیت شریف قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاءکم الخ مخاطب کم کے کون لوگ ہیں
اگر کفار ہیں جیساکہ کلام فقد کذبتم اور فسوف یکون لزاما سے مفہوم ہوتا ہے تو اوپر کی آیات میں مومنین کا ذکر
ہے خطاب بعد ذکر مومنین کے مومنین کو کیوں نہیں فرمایا۔ جو ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا رفیع الدین
صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب علیہم الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے اُن کا مطلب بھی ذہن میں خوب نہیں آیا
ترجمہ دکھلانے کے وقت مطلب مختلف ہر ترجمہ کا کچھ کچھ ذہن میں آتا تھا حضرت کا اگر حرج اوقات
نہ ہو تو ایسی تفصیل سے مطلب تحریر قم فرمائے کہ سب ترجموں کا مطلب ذہن نشین ہو جاوے ؟

الجواب سورۂ فرقان کی آخر کی آیت میں تو خطاب کفار کو قطعاً ہے اور قولہ ما یعبؤا بکم میں دونو
کو ہو سکتا ہے کہ اول مومنین کو خاص خطاب تھا کہ ایسی عبادات و معاملات کرنے والوں کے درجات
ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اگر عبادات نہ ہوتی تو تمہاری اے مومنو تمہارے رب کو کیا پرواہ ہوتی کہ تم بھی مثل حیوانات
و کفار کے لایعبا بہ ہوتے یا ما کو نافیہ کہو کہ اگر عبادات تمہاری نہ ہوتی۔ تو تمہارے رب کو تمہاری کچھ پرواہ
نہیں تھی فقد کذبتم اے مومنو تمہاری بعض قوم نے تکذیب کی تو دیکھو کہ اب اپنی سزا کو پہنچتے ہیں۔ اور جو
کفار کو خطاب ہو تو بھی واضح ہے کہ اول مومنین کے درجات بیان کر کے کفار کو کہا کہ تمہاری کیا پرواہ ہو
بدون عبادات کے سو تم نے عبادت نہ کی۔ بلکہ تکذیب کی تو سزا پاؤگے اور مومنین کے درجات سے محروم رہوگے۔

سوال وان جاهداك علىٰ ان تشرك بي ما ليس لك به علم میں قید آخر کا کیا فائدہ ہے ؟

الجواب سورۂ لقمان میں قید ما ليس لك به علم کا یہ نفع ہے کہ شرک نہ کرنے کی تاکید ہوگئی۔
کیونکہ فرمایا کہ جو وہ شریک کرادیں تجھ سے ایسی کو کہ تجھ کو اس کا علم و وقوف نہیں تو کمال حماقت ہے کہ محض
تقلید بیہودہ سے ایسا خراب عمل کرے اگر کوئی امر سمجھ میں غلطی سے آگیا اور اس پر کسی کی تقلید سے عمل کیا
تو کہہ سکتے ہیں کہ والدین کی بات قرین قیاس تھی مان لی مگر جب ایسی بات کہیں کہ بالکل خلاف عقل و محض حماقت ہو
اور محض ضار ہو تو کیسے کوئی عاقل اس کو مان سکتا ہے پس شرک اسب خلاف شرع ایسا ہی ہے تو اس کے تسلیم
کی کوئی عذر و حجت ہی نہیں ہو سکتی مفسرین نے اس قید کو قید واقعی لکھا ہے مگر یہ نکتہ عجیب ہے بغور سننا۔

سوال ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموهم ان تطؤوهم فتصيبكم الاية۔ اس آیت
شریف کا مضمون بھی سمجھ میں نہیں آتا اور جو کسی وقت سمجھ میں آتا ہے وہ ہر وقت ذہن میں نہیں رہتا
اور لیدخل اللہ کس کے متعلق ہے ؟

الجواب سورہ فتح میں کہا کہ اگر مکہ میں بعض مرد و عورت مسلمان نہ ہوتے ایسے کہ تم ان کو نہیں جانتے

سبب نادانستگی کے اُن کے پامال ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اذن قتال دیتے مگر چونکہ اُن مسلمانان مخفیہ مکہ کو بچانا
اور اس ضرر قتل مسلمانان سے بچانا تھا اذن قتال نہ دیا لیدخل متعلق للاذن لکم جواب محذوف کی ہے ،

سوال سورہ حجرات میں کہ یہ واعلموا ان فیکم رسول اللہ الخ میں کلمہ لکن سے کس وہم کو مرتفع فرمایا ہے ۔

جواب سورہ حجرات میں جب فرمایا کہ اگر رسول اکثر بات تمہاری مانتا تو تم ہلاک ہوتے شبہ ہوا کہ بعض
باتیں ماننے سے شاید کچھ نقصان اصحاب کا ہوا ہو کا اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ اکثر امور کی تسلیم پہ ہلاکت آتی تو بعض کی
تسلیم سے مضرت ہو گئی ہو گی تو رفع کر دیا کہ چونکہ اللہ تعالےٰ تم پر رحمت فرماتا ہے تو تم کو محفوظ رکھا ہے جو
مضر ہوتا ہے خود اطلاع دیکر بچا دیتی ہیں کیونکہ کفر و فسوق و عصیان کی سب کی بہ ترتیب کراہت ارشاد فرما دی ہے ،

سوال آیت شریف ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب
میں چھ روز کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے اور وما مسنا من لغوب کے ارشاد سے کیا مقصود ہے
اور تعارض ظاہری اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون اور ستۃ ایام کا کیا جواب ہے ؟

جواب چھ روز میں پیدا کرنے کی مصلحت بہت ہیں بندہ بعض مصالح سے اگر واقف ہو گیا
ہے مگر ان میں حصر نہیں بیضاوی نے لکھا کہ اس میں دلیل باختیار کرنے کی ہے یعنی بایجاب موجود ہونا جو حکماء جہلاء
کا مذہب ہے باطل ہے امر تعلیم ثانی کی بندوں کو ہے کہ تم بھی سمجھ سوچ کر کام کیا کرو اور ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ ہو کہ
آدمی بھی چھ روز کار و بار کرے اور ایک ساتواں دن عبادت کا مقرر کرے اور فراغ عن المعاش اور تعمیر معاد کے لئے
رکھے اور سوا اس کے اور منافع و عبرات بھی ہوں اور سورۂ قاف کی اس آیت وما مسنا من لغوب میں اشارہ
ہے کہ ہم کو خلق السموات والارض میں کوئی تکان نہیں ہوا اور جو لمحہ میں پیدا کر ڈالتے تاہم تکان نہ تھا پھر
بوصف عدم تکان کے چھ روز میں پیدا کیا ہے تو تمہاری تانی اور درنگ سکھانے کو یہ امر ہوا تو تم صبر کرو
کفار کی طعن پر یہ ربط تو مابعد سے ہے اور ماقبل سے بھی واضح ہے کہ ہم نے پہلے بہت سے امم کو ہلاک کر دیا ہے
تو ان کا ہلاک کیا دشوار ہے کہ سموات و ارض کے خلق ستۃ ایام سے بھی ہم کو لغوب نہیں لگا اور تعارض آیت
اذا اردنا الخ کا نہایت ضعیف ہے اول تو سنو کہ تمام اشیا کا خالق حق تعالےٰ ہے ہی پھر خلق السموات میں آپ کو
شبہ ہوا انسان کے نو ماہ میں پیدا ہونے کا بھی شبہ ہوا علاوہ بریں مراد یہ ہے کہ جس قدر کو ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں ایک کلمہ
سے پیدا کرتے ہیں فراہمی سامان کی ضرورت نہیں سو جس قدر سموات سے ہم نے چاہا فوراً ہو گیا پھر جتنا چاہا فوراً ہو گیا علی ہذا
اسی واسطے بیضاوی نے لکھا فی ستۃ ایام دفعات و جو یوم کی قدر چھ یوم کی مراد ہو جب بھی حرج نہیں کہ تھوڑا تھوڑا پیدا کرنا تھا اسی طرح
کر دیا جیسا تمام دنیا میں مشاہد ہے زیادہ بسط میں طول ہے اور ذی فہم کو یہ کافی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بصورت بشر حضرت مریم کے پاس آنا کس وجہ سے تھا ؟

الجواب حضرت جبرئیل علیہ السلام بصورت بشر تام الخلق حسین ہو کر آنا اس واسطے تھا کہ صورت ملک
سے حضرت مریم کو وحشت ہوتی اور انسان کی صورت مانوس ہوتی ہے حضرت مریم نے بشر جانکر تعوذ کیا کہ متقی
خدا تعالےٰ سے ڈرتا ہے اور خلوت نامحرم کے ساتھ معصیت ہے جب جبرئیل علیہ السلام نے حقیقۃ الامر بیان کی یہ بیان
سوال بھی بصورت بشر باحسن الوجوہ حاصل ہوا بصورت ملک بسبب وحشت و عدم انس کے دشوار تھا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بھی اصل صورت جبرئیل کو دیکھ اور جان کر کہ روح القدس ہیں ڈر گئے تھے قصۂ مدثر
اور نزول وحی کا مشہور ہے۔ فقط واللہ اعلم +

مکتوب دوم در تحقیق معنی آیت حتی اذا بلغ مغرب الشمس الآیۃ

سوال شمس کا فلک چہارم پر ہونا احادیث سے ثابت ہے یا صرف حکماء کی رائے ہے اور اگر آسمان چہارم پر ہے
تو آیت شریف حتی اذا بلغ مغرب الشمس الآیۃ میں جو تاویل ہے فرمائی جائے اور نیز جب کہ سورج غالباً ساٹھ حصے بڑا ہے
تو زمین کی آڑ میں کیونکر چھپ جاتا ہے ؟

الجواب سب آسمان نہایت صاف شفاف ہیں کہ ساتویں آسمان کے ستارے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا
پہلے ہی آسمان پر ہیں جیسا مثلاً سات شیشے صاف آگے پیچھے رکھے جاویں اور ساتویں شیشے کے بعد چراغ
رکھا جاوے تو دور سے اگر کوئی دیکھتا ہے تو فقط چراغ نظر آتا ہے کسی شیشے کا وجود چراغ سے ورے نظر نہیں آتا
اس واسطے کہ نظر کا قرار ذی کثافت پر ہوتا ہے اور شفاف شے پر نظر نہیں رکتی بلکہ اس سے نافذ ہو کر آگے بڑھ جاتی ہے ایسا
ہی چوتھے آسمان پر گو آفتاب ہے مگر آسمانوں کا جرم بسبب شفافیت کے مانع رویت آفتاب کا نہیں اور نہ آفتاب سے جدے تین
طبقے آسمان کے محسوس ہوتے ہیں بلکہ فقط آفتاب کا ہی جرم محسوس ہوتا ہے گویا کہ آفتاب پہلے ہی آسمان کی سطح زیرین پر ہے
پس جب آسمان حرکت کرتا ہوا عین حمئۃ کے قریب پہنچتا ہے تو وہاں کے مقیم آدمی کو یوں بادی النظر میں معلوم
ہوتا ہے کہ عین حمئہ میں آفتاب ڈوبتا ہے اگرچہ آفتاب وہاں سے بہت دور ہو جیسا یہاں کے باشندوں کو وقت غروب
یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں آفتاب پڑتا ہے اور اہل دریا کو دریا میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے پس معنی تغرب
فی عین حمئۃ کے یہ ہیں کہ ذوالقرنین کو بادی النظر میں ایسا محسوس ہوا الخ اور فرمایا وجدہا تغرب نہ یہ کہ
واقعی یہ امر تھا اور علیٰ ہذا جب آدمی کی نظر پر چار انگشت کی شے حاجب ہو جاوے کہ انبساط نظر کو
مانع ہو تو تمام عالم کو کہ کروڑوں درجہ اس سے حاجب سے کلاں ہے نظر سے روک دیتی ہے زمین تو بہت بڑی شے ہے سو چونکہ
اس زمین نے آدمی کی نظر کو جہاں تک نظر کا انبساط ہے روک رکھا ہے تو جو شے زمین پر سے پرے ہووے گی وہ نظر نہ آوے گی کیونکہ شعاع نظر
وہاں تک نہیں پہنچتی تو آفتاب کا محجوب ہونا اس وجہ سے ہے کہ زمین نے نظر کی سب طرف کی شعاعیں آفتاب تک

پہنچنے سے روک دیں نہ اس وجہ سے کہ زمین گول ہے، اس امر عقلی کو تجربے سے دیکھ لو کہ ادنیٰ شے جو محیط نظر ہوتی ہے
سارے عالم کو روک دیتی ہے سو اس میں تو کچھ بھی شبہ نہیں۔ فقط چونکہ یہ ہر دو شبہ کچھ نہ تھے اور یہ دونوں امر کالبدیہی
تھے مفسرین نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ فقط

مکتوب سوم متعلق آیت وَمَا اَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطَانُ فِی اُمْنِیَّتِہٖ و تحقیق روایت جلالین شریف

سوال اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ کے معنی مع تحقیق روایت جلالین جو اس کی تفسیر میں درج ہے ارشاد ہوں؟

الجواب ترجمہ آیت کا نہ معلوم کون وجہ ہے کہ پوچھتے ہو اگر وجہ اشکال لکھ دیتے تو بہتر تھا خیر لکھتا
ہوں جس وقت پڑھتا ہے ڈالتا ہے شیطان اس کی قراءت میں۔ جلالین نے تو ایسی خبط روایت لکھ دی کہ عقل
نقل کے خلاف ہے اگر یہ ہو تو آپ کی تبلیغ ہی بیکار ہو جائے اگر یوں ہو کہ بعد آپ کے وقف و سکوت کے آیت
ومناۃ الثالثۃ الاخری پر شیطان نے اذن کفار میں تلک الغرانیق العلیٰ الخ ڈال دیا اور القاء کر دیا کہ یہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم نے پڑھا ہے تو ممکن تھا اور چنداں دشوار نہ تھا گو محققین اس سے بھی انکار کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر
یوں کہا جاوے کہ قراءت میں القاء کرنے سے یہ مراد ہے کہ کفار کو جو قراءت پہنچتی ہے اس میں مفتری لوگ کچھ افترا
کر کے کم و زیادہ حسب خواہش کر کے جا سناتے ہیں کہ جس سے حضرت انبیا علیہم السلام پر طعن کا موقع ہو جاوے تو کیا حرج ہے یہ
تصور کرنا کہ عین وقت قراءت کے القاء کر دیتا ہے کیا ضرورت ہوئی اور کون قرینہ تخصیص وقت قراءۃ کا ہے بلکہ قرآن میں تحریف
کرنا مراد ہے یا تحریف فقط معنی کا ارتکاب کر کے بیان کرنا ہو جیسا کہ یہ ہر دو تحریف پہلی کتابوں میں موجود ہے بلکہ اگر یہ دعوے
کیا جاوے کہ پہلی کتب کی نسبت یہ حکم ہے نہ حضرت علیہ السلام کی نسبت تو کیا دلیل ہے کہ اس قرآن میں بھی
ایسا ہوا ہے چونکہ یہ محکم غیر منسوخ بحفاظت اللہ تعالیٰ ہے اس میں ہرگز یہ نہ ہوا پس اب کوئی خدشہ نہیں یا
کہو کہ معنی یہ ہیں جس کو بیضاوی نے لیا جب تمنا کرتا ہے تو شیطان اس کی تمنا میں القا کرتا ہے یعنی بعض امر اپنے خود
قبل ورود وحی فرماتے ہیں جو خواہش قلبی کے موافق ہوتا ہے چونکہ رضائے حق تعالیٰ کے خلاف ہے اس میں دخل شیطانی
ہے نہ یہ کہ تسلط شیطان کا آپ پر ہوا بلکہ کوئی امر تزویر شیطانی تھا اس پر مرآۃ قلب آپ کا مقابل ہو کر منعکس ہوا بسبب
خواہش قلبی کے کہ تاویل خیر ہو جاتی ہے۔ آپ نے اس کے موافق تمنے قرار دیگر کرنا چاہا یا کر لیا اس کو حق تعالیٰ نے رد کر دیا۔
جیسا مشورہ اساری بدر میں ہوا مثلاً زیادہ تقریر کی گنجائش نہیں۔ فقط

مکتوب چہارم۔ در تفسیر کریمہ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ

سوال ہرگاہ کہ حرمت مصاہرت کریمہ ولا تنکحوا ما نکح آباءکم الآیۃ سے مستنبط ہے تو صرف نکاح پر

مقصود یہ نہیں چاہیئے زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہونے کی کیا دلیل ہے؟

الجواب ۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم۔ خط آیا۔ جس نے اپنی منکوحہ کی مادر سے زنا کیا اُسکی
زوجہ اُس پر حرام ہو گئی خواہ زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرمت مصاہرت ثابت
ہوتی ہے بوجہ جزئیت کے نہ بوجہ حرمت فعل کے دلیل اس کی آیۃ سورۂ نساء کی ہے ولا تنکحوا ما نکح آباءکم
خطاب صحابہ کو ہے اور ما نکح میں نکاح عام ہے کہ مشروع ہو یا غیر مشروع ہو مطلق کو مقید کرنا درست
نہیں اور اس زمانہ میں بعض نکاح وہ تھے کہ محض زنا ہوتے ہیں چار قسم کے نکاح تھے ایک قسم تو حلال اور تین قسم زنا پس
حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جس سے تمہاری آبا نے کوئی نکاح کیا اُس سے تم نکاح مت کرو۔ پس جب یہاں نکاح غیر مشروع
جو زنا تھا موجب حرمت مصاہرت ہوا سب جگہ ہو ویگا اور اس حدیث میں جو زمعہ کی ام ولد سے عتبہ نے زنا
کیا تھا اور حضرت علیہ السلام نے حکم دیا کہ الولد للفراش زمعہ کا ولد اس پسر کو بنایا مگر بنت زمعہ کو پردہ کا حکم دیا تھا۔
اس وجہ سے کہ شبیہ عتبہ کی اُس میں تھی تو زنا کو کہ حرام فعل تھا رعایت فرما کر پردہ کا حکم دیا تھا اگر زنا کا اعتبار نہ ہوتا
تو پردہ محرم سے کیا وجہ تھی یہ تقریر بسط طلب ہے بغور سمجھ سکتا ہے۔ فقط والسلام۔ ۹ شوال دوشنبہ ۱۳۰۲ھ

مکتوب پنجم بجواب سوالات مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی

سوال سماع موتیٰ کہ از احادیث ثابت است و آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتیٰ اگر بظاہر خود ہم الخ آید
اگرچہ محل تامل ہا ست باز ہم تخصیص آن از احادیث چرا نکنند و اگر تعمیم آیت نظر کردہ آید سماع موتیٰ سلام
احیاء وغیرہ را چہ جواب است آیا حدیث متروک است یا چگونہ وجہ خرابی است در زیرک سماع را از احادیث
ثابت گویند و آیت نفی سماع قبول و اجابت چنانچہ از سباق و سیاق آیت مفہوم میشود مراد باشد غرض تحقیق درین مسئلہ چیست

الجواب مسئلہ سماع موتیٰ کا قرن اول میں مختلف ہوا ہے اب اس کا فیصلہ تو ممکن ہی نہیں مگر تقلید اپنے
مجتہد مقلد کی کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں سو مسلک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا
مثل طریقہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کر اور معنی حقیقی پر حمل کر کے کہ اصل موضوع
ہے حدیث میں کہ شرح قرآن ہے تاویل مناسب ہے جب تک قطع معنی حدیث پر حاصل نہ ہو جاوے چنانچہ اصول میں
مبرہن ہے پس آیت انک لا تسمع الموتیٰ قطعی خاص اور احادیث سماع ظنی اخبار احاد سے تخصیص کس طرح درست
ہو سکتی ہے پھر اس آیت میں استعارہ ہے کہ کفار کو اموات و صم سے تشبیہ دیا ہے اور مستعار منہ میں معنی وجہ شبہ کی
حقیقۃ ہوتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اور اصم میں صلاح سماعت نہیں لہٰذا معنی عدم اجابت کے جو مجاز ہے مشبہ
میں لینا کیسے درست ہو گا البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے چونکہ فخر عالم کی زبان سے ما انت بمسمع من فی القبور سنا تھا تو اُن کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی سو جو کچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں ہو سکتا ہے اور نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو خود حدیث میں تاویل کی اور آیت کو بحال خود رکھا اور جمع کر دیا۔ الحاصل ارجح مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے اور زیادہ بسط کی گنجائش نہیں اگر بغور مطالعہ فرماؤ گے تو توقع ہے کہ اصل مراد کو آپ تصدیق فرماویں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم +

سوال درآیت کریمہ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ اگر تخصیص کا فرنہ کردہ آید ولام را بمعنی علیٰ نگرفتہ آید و دیگر تاویلات کہ فقہا کردہ اند نکردہ آید بدل احادیث وارد در وصول اجر صدقات وغیرہ از احیا باموات را تاویل کردہ آید چنانچہ از تعارض آیت کریمہ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ احادیث تعذیب اموات بہ بکاء احیاء را تاویل کردند و عمل بعموم آیت مقدم داشتند چہ مانع است و فرق مابین المسئلتین چیست کہ یکے جائز است و دیگرے نہ۔ فقط والسلام خیر ختام ؟

الجواب آیت وان لیس للانسان الا ما سعیٰ الآیۃ میں مطلقاً نفع غیر کی نفی ہے خواہ نیابۃً ہو خواہ ہبۃً خواہ تسبباً اور دیگر آیات قطعیہ سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے مثلاً والذین اٰمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الآیۃ۔ سورۂ طور کی آیت کہ آباء کے اعمال صالحہ کی وجہ سے ترقی درجات اولاد کی منصوص ہے اور واستغفر لذنبک الخ سے بسبب استغفار کی رفع سیئات اور رفع درجات منصوص ہے پس قطعی کو قطعی سے یہاں مقید کرنا ہے اور وصول ثواب عبادت مالیہ کا مجمع علیہ تمام امت جملہ کا ہے اور اس کی اثبات میں احادیث کثیرہ کہ حد تواتر معنوی کو پہنچ گئی ہیں موجود ہیں اور وصول ثواب بدنیہ میں بھی روایات کثیرہ ہیں کہ اگر جمع کی جاویں تو تواتر کو پہنچ جاویں سو ایسے موقع پر قطعی کو قطعی سے تخصیص یا نسخ کیا گیا ہے آیت ہو یا حدیث متواتر و مشہور خلاف مسئلہ سماع موتی کے اور مسئلہ بکاء علی المیت کی کہ وہاں بمقابلہ قطعی خاص و عام کی خبر واحد ہوئی لہٰذا اول ہی خبر واحد میں تاویل کی گئی دونوں میں فرق ظاہر ہے معہٰذا آیت وان لیس کا ایسا ترجمہ ہو سکتا ہے کہ حاجت تقیید کی نہ ہو کہ ما سعیٰ مطلق ہے اس سے کہ خود سعی ہو یا باعث نفع عمل غیر کا ہو یعنی کہ اگر سعی ایمانی اسلامی ہے تو دوسرے کے عمل سے نفع ہو دیگا ورنہ حالت کفر میں نہ ہو دیگا چنانچہ یہ ترجمہ بعض مفسرین نے لکھا ہے اور آیت یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم سے یہ واضح ہوتا ہے پس جب معنی اس آیت کے یہ ہوئے تو اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہو دیگا اور ما سبق میں کافر کو ہی خطاب بھی ہے بہرحال اس آیت کا مسلک دیگر ہے اور آیت سماع اور بکاء کا طریق دیگر۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم +

مکتوب ششم در حرمت مال محصلہ قمار بضمن تفسیر کریمہ انما الخمر والمیسر الآیۃ

سوال جو جانور قمار میں حاصل ہوا ہو وہ حلال ہے یا حرام۔ علما سے حرام سنا ہے اور استدلال اس کا آیت

وان تستقسموا بالازلام سے ہے سو دریافت طلب امر ہے کہ اول تو اس آیت سے حرمت استقسام کی ثابت ہے اُس جانور مستقسم علیہ کی حرمت نہیں نکلتی اس کا جواب کیا ہے یا کوئی دوسری دلیل ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ جانور اُس شخص کی ملک ہوجاتا ہی یا نہیں اگر ہوجاتا ہے تو اس کا حال آیا مثل بیع فاسد کے ہے کہ تبدیل ملک سے خباثت زائل ہوجاتی ہی یا اور کچھ صورت ہے اور اگر ملک نہیں ہوتی اور اس کی خباثت ہمیشہ متعدی ہے تو آیا اس تحقیق کی ضرورت ہے کہ یہ جانور کہاں سے حاصل ہوا یا ضرورت نہیں کیونکہ گائے بھینس بیل مرتے ہیں بعض لوگ اس کو چماروں کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں اور وہ اس کا چمڑہ جدا کرکے جفت پاپوش بناتے ہیں اور سب خرید کر پہنتے ہیں اس کی تفتیش واجب ہے یا نہ اور اس تقدیر پر کہ ملک نہیں ہوتی بھلا اگر کفار آپس میں قمار کھیلیں اور جانور قمار سے حاصل کر قصاب کے ہاتھ بیچدیں تو اول کفار کی ملک حاصل ہوجاتی ہی کہ بعد میں قصاب کی ملک ہوجاوے یا کفار کی بھی ملک نہیں ہوتی اور اگر نہیں ہوتی تو کیوں نہیں ہوتی ان کی معاملات میں تو ہم مسلمان دخیل نہیں اور ان کے درمیان میں ان کا نفاذ مانتے ہیں اس قمار کا نفاذ کیوں نہیں مانتے اور اگر کہیں کہ وہ معاملات نافذ ہونگے جو ان کے دین میں جائز ہوں تو اس پر یہ شبہ ہی کہ بیع و شرا خنزیر کہ بالاتفاق جملہ ادیان میں حرام ہے اس میں کیوں فرمایا الخنزیر لھم کالشاۃ لنا پھر مفتی کو بڑی مشکل ہوگی کہ تمام عالم کے مذاہب سے واقف ہو اور جو لامذہب ہیں جیسے ہندو کہ اہل کتاب و مذہب نہیں اُن کا کیا حکم ہوگا کیونکہ ہندو دوالی کے روز قمار کو بہت ثواب سمجھتے پس یہ مسائل کیونکر فیصل اور طے ہونگے اور بھی شبہات تمام عقود باطلہ میں ہیں جیسے سرقہ۔ غصب۔ بیع باطل۔ ربوا۔ رشوت۔ اجرت زانیہ و مغنیہ و نائحہ کہ یہ سب ملک ہونگے اور اگر ان صورتوں میں ملک متحقق ہوجاوے تو صرف اس کا مساجد وغیرہ میں جائز کیوں نہیں یا جائز ہے براہ مرحمت ان شبہات کا جواب عنایت ہو مع دلائل شرعیہ کہ خلجان رفع ہو فقط

الجواب جو جانور قمار سے حاصل ہوا وہ حرام ہے لقولہ تعالےٰ انما الخمر والمیسر الخ ولقولہ تعالےٰ یا یہا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ ولقولہ وان تستقسموا بالازلام الخ علے بعض التفسیر اور ہرگاہ کہ قمار کو حق تعالےٰ نے حرام فرمادیا تو جو مال بذریعہ قمار حاصل ہوویگا وہ سب حرام بحت خبیث ہوویگا اور یہ شبہ کہ فعل استقسام کو حرام فرمایا ہے نہ مال محصل باستقسام کو یہ عجیب شبہ ہے۔ اولاً حرمت اس فعل کی بعینہ حرمت تحصیل مال کی اس ذریعہ سے ہی کیونکہ قمار لغۃً خود تحصیل مال باین اوضاع کا نام ہے پھر اس کے کیا معنی ہوئے کہ قمار مت کر یعنی تحصیل مال اس طرح مت کر نہی وارد ہوئی اور فعل ہی حرام رہا مال محصل حرام نہ ہوا مثلاً غصب مت کر سرقہ مت کر تو غصب اور سرقہ حرام ہوا اور مال ماخوذ حرام نہ ہوا ان ھذا لشئ عجاب ہر عاقل جانتا ہی کہ غرض اس نہی سے تحریم مغصوب و مسروق و مال قمار ہے نہ یہ کہ ایسا کھیل مت کیا کرو اور جو کرلیا تو گناہ ہوویگا مگر مال حلال طیب ہی کھایا کرو یہ تو گویا ترویج و تقریر اس فعل کی ہوگئی

دوسرے یہ کہ نہی افعال حسیہ سے تحریم اس فعل ہی کی ہوتی ہے اصلا اور نہی فعل شرعی سے تقریر شروعیت فعل کی ہوتی ہے
اور نہی اس میں لامر عارض ہوتی ہے چنانچہ اس کی بحث مشبع اصول میں ہے اور قمار افعال حسیہ میں سے ہے پس اسکی نہی
تحریم اس کی ہے لذاتہ پس جس عقد میں قمار ارکان کے مواقع میں واقع ہوجاویگا وہ عقد باطل لذاتہ ہوویگا اور کسی
وجہ سے مشروعیت اس میں نہیں پائی جاویگی ہاں اگر شرائط میں قمار ہو اور ارکان عقد کے سالم ہوں تو البتہ فساد
عارضی ہوویگا بطلان نہ ہوویگا جیسا بیع بالقاء حجر مثلاً اگر مبیع موجود ہو اور ثمن مقرر ہوچکا پس باطل اور
فاسد میں فرق ہوا باطل باصلہ حرام ہے اور فاسد لوصفہ اور قمار مروج باصلہ حرام اور عقد باطل ہے اور جو مال
اس سے حاصل ہوویگا وہ حرام خبیث بحکم مغصوب ہے یا امانت علی اختلاف الروایۃ بعد تحقیق اس کے دوسرے شبہ کا جواب بھی ظاہر
ہوگیا کہ یہ جانور قمار کا مالک قابض کے نہیں ہوتا اور تبدل ہزار ید سے بھی خبث و حرمت اس کی زائل نہیں
ہوتی اور ہرگز مثل بیع فاسد کے نہیں بلکہ بیع باطل ہی ہے اور یہ بات کہ جوتے اور ہر شے کو تحقیق کرے یہ حکم شرعی نہیں کہ
ہر ہر چیز کو پوچھا کرے ظاہر حال پر بناء حکم ہے اور حرمت علم کے ساتھ دائر ہے فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
موزہ دار الحرب کو استعمال فرمایا اور کچھ نہیں پوچھا پنیر کھایا اور کچھ سوال نہیں کیا لہذا فقہا نے ظاہر حال پر اعتماد فرمایا
ہے اور اصل شے کو اباحت قرار دیا ہے ہاں جس میں شبہ ہو اس کو دریافت کرلیوے ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ باقی
ہاکف جو کا معاملہ سو اگر اس کی تقریر مشبع کی جاوے تو طول ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ کفار اگر باہم قمار کھیلیں اور جانور
قمار سے کسی کو ملا تو وہ جانور مالک کا ذبح کے ہوجاتا ہے پھر اگر وہ قصاب کے ہاتھ فروخت کرے تو اس میں حرمت نہیں ہوتی فقط
آگے تقریر مالک نہیں ہونے کی سائل کی مخدوش ہے مگر چونکہ وہ شق خود باطل ہے اس میں کلام بھی فضول ہے اور
جب تقریر خوب ذہن نشین ہوجاویگی تو حال سب عقود باطلہ کا مثل اجرت زانیہ و مغنیہ و نائحہ کی اور بیع باطل کی اور
کیفیت سب اموال ماخوذہ بالباطل کی مانند غصب و سرقہ و رشوت کی محقق ہوجاویگی کہ کوئی ان میں سے بقبض مملوک
نہیں ہوتا اور ہرگز تبدل اید ہی سے ازالہ خباثت نہیں ہوسکتا البتہ اگر فساد کی صورت ہو کہ اصل ارکان عقد درست
ہیں اور فساد بایں صورت قمار شرط میں عارض ہوا ہے تو اس تقدیر پر تبدل اید ہی سے فساد رفع ہوجاتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکتوب ہفتم ایضاً متعلق کریمہ انما الخمر والمیسر متضمن بر نجاست شراب

سوال ایک شخص کہتا ہے کہ خمر بیشک حرام ہے اور خمر کی حرمت قطعی ہے اور اس کی حرمت میں کسی طرح
کا شک و شبہ نہیں اور دلیلیں اس کی حرمت کی کتاب و سنت سے مالامال ہیں بلکہ سورۂ مائدہ کے ملاحظہ سے تو معلوم
ہوتا ہے کہ جسقدر تاکید شدید خمر کی حرمت میں وارد ہیں اس قدر کمتر اور چیزوں کی حرمت میں وارد ہیں لیکن خمر
کی نجاست میں اس کو بہت شبہ ہے اسلئے کہ اس کی نجاست کی کوئی دلیل اس کو معلوم نہیں ہوتی اور علماء کرام سے

اس شبہ کا کشف چاہتا ہے یعنی اس کی نجاست کی دلیل کیا ہے، اگر کتاب اللہ ہے تو کون سی آیت ہے، اور اس کی وجہ دلالت کیا ہے،
اور اگر سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے تو کونسی حدیث ہے اور کیسی حدیث ہے اور وجہ دلالت کیا ہے اور اگر اجماع ہے، تو کس عصر
کا اجماع تھا اور اس عصر کے مجتہدین کون کون ہیں اور یہ اجماع اُن سب مجتہدین کا ہے یا بعض کا اور اجماع مذکور کی سند کیا ہے اور اس
کے ناقلین اس عصر سے کون کون ہیں اور اگر قیاس ہے، تو مقیس علیہ کیا ہے اور وصف جامع کیا اور ضرورت اس قیاس
کی کیا ہے اور بعض لوگ جو اس کی حرمت سے اس کی نجاست پر تمسک کرتے ہیں یہ ان کا تمسک صحیح نہیں ہے اسلئے
کہ حرمت نجاست سے اعم ہے و ثبوت الاعم لا یستلزم ثبوت الاخص اسی طرح استدلال نجاست پر سورہ مائدہ کی
آیت یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان سے صحیح نہیں ہے
اسلئے کہ مبنی استدلال مذکور کا اس پر ہے کہ رجس کے معنی نجس کے ہیں اور یہ صفت ہے خمر اور اس کے مابعد کی اور یہ
ممنوع ہے، دو وجہ سے اول یہ کہ تفسیر کبیر میں ہے، والرجس فی اللغۃ کل ما استقذر من عمل یقال رجس الرجل رجسا و
رجس اذا عمل عملا قبیحا اصلہ من الرجس بفتح الراء وھو شدۃ الصوت یقال سحاب رجاس اذا کان شدید
الصوت بالرعد فکان الرجس ھو العمل الذی یکون قوی الدرجۃ کامل الرتبۃ فی القبح انتہی اور جمل میں
ہے نقلا عن السمین قال الزجاج الرجس اسم لکل ما استقذر من عمل قبیح یقال رجِس و رجُس بکسر الجیم وفتحہا
یرجس رجسا اذا عمل عملا قبیحا واصلہ من الرجس بفتح الراء وھو شدۃ صوت الرعد وفرق ابن دریدی بین
الرجس والرجز والرکس فجعل الرجس الشر والرجز العذاب والرکس القذرۃ والنتن اور قاموس میں ہے الرجس
کفرح وکرم رجاسۃ عمل عملا قبیحا انتہی اور منتہی الارب میں ہے، رجس، رجس کار زشت کرد و رک، رجس
رجاسۃ کار زشت نمود و پلید گردد انتہی اور یہ سب عبارات دال ہیں اس بات پر کہ رجس از قسم اوصاف معانی و احداث
ہے نہ اوصاف اعیان سے اور خمر و میسر و انصاب و ازلام اعیان ہیں نہ معانی و احداث سے پس رجس آیت کریمہ میں صفت
خمر اور اس کے مابعد کی نہیں ہے، اور نیز قولہ تعالی من عمل الشیطان جو بعد میں واقع ہے اور رجس کی صفت یا مبتدا
یعنی الخمر کی خبر بعد خبر ہے اس بات پر قرینہ قطعیہ ہے کہ آیۃ کریمہ میں تقدیر کسی ایسے لفظ کی جو جنس عمل سے ہو
جیسے تعاطی کا لفظ کما قدرہ بعض المفسرین یا دوسرا کوئی لفظ جو مناسب مقام ہو جیسے شرب اور لعب اور عبادۃ
اور استقسام کا لفظ ضروری ہے، والا لزم ان یکون اعیان الاشیاء المذکورۃ من عمل الشیطان واللازم
باطل اذ لیس اعیان ھذہ الاشیاء من جنس العمل حتی تکون من نوع عمل الشیطان فالملزوم
مثلہ وعلی ھذا یکون تقدیر الآیۃ ھکذا یا ایہا الذین آمنوا انما شرب الخمر واللعب بالمیسر وعبادۃ
الانصاب والاستقسام بالازلام رجس من عمل الشیطان اور جب تقدیر مذکور واجب ہوئی تو رجس
آیت کریمہ میں صفت خمر اور اس کے مابعد کی نہ ٹھیری بلکہ صفت عمل کی ٹھیری جو کہ معانی و احداث سے ہے

ہے اور جبکہ صفت خمر اور اس کے مابعد کی نہ ٹھیری تو عین خمر کا نجس ہونا آیۃ سے ثابت نہ ہوا بلکہ اس کے
شرب کا رجس بمعنی محض گندا اور نہایت برا کام ہونا اور شیطانی کام ہونا ثابت ہوا اور اس کی رو سے اسکی حرمت
اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوئی لکن لیس کلما یحرم حراما یکون نجسا کما تقدم دوم یہ کہ اگر اس سے خمر کی نجاست
ثابت ہوگی تو اور تین چیزیں یعنی میسر اور انصاب اور ازلام بھی جو خمر پر آیۃ مذکورہ میں معطوف ہیں نجس ٹھیرینگے۔
واللازم باطل فالملزوم مثلہ فقط

الجواب نجاست خمر کی آیت رجس من عمل الشیطان سے ثابت ہے قال فی القاموس الرجس بالکسر القذر
والمأثم وکلما استقذر من العمل الخ وفی الصراح رجس بالکسر پلیدی وعفونۃ وخشم وفی مجمع البحار الرجس
القذر وقد یعبر بہ عن الحرام والفعل القبیح الخ اب بروے لغت ثابت ہوا کہ رجس کے معنی نجس ہیں
اور قبح العمل وغیرہ دیگر معانی گو اس کے آتے ہیں مگر معنی نجس کو مزاحم نہیں کیونکہ رجس شدۃ منع ومبالغہ تحریم
میں اطلاق کیا جاتا ہے اور اعلیٰ درجے کی حرمت وقبح اس وقت پائی جاتی ہے کہ ضرر ونجاست قوی اس میں
موجود ہو اور عند الاطلاق فرد کامل ہی مراد ہوتی ہے اور ایسے قوی الحرام کو نجاست لازم ہے تو گویا نجس معنی
اصلی ہیں اور دیگر معانی بوجہ مبالغہ ومشابہتہ بولے جاتے ہیں چنانچہ مجمع کا اسلوب بیان اس کا شاہد ہے۔
حیث قال الرجس القذر وقد یعبر بہ عن الحرام اور قاموس اور صراح کا تقدیم ذکر معنی پلیدی اور قذر
کو بھی اس پر دال ہے وعلیٰ ہذا مفسرین کی عبارت کو دیکھنا چاہیے قال البیضاوی رجس قذر یعاف
عنہ العقول وقال الجلالین رجس خبیث مستقذر اھ وقال المدارک رجس نجس وخبیث او مستقذر اھ
چونکہ نجاست شے کے موجب نہایت عیاذ طبع وقباحت کا ہے تو غایت درجہ کی حرمت جو نجاست کو لازم ہے مدلول
لفظ رجس کا ہوئی علیٰ ہذا جہاں یہ لفظ مطلق ہوویگا اس سے نجاست کا ہونا لازم ہوویگا قال اللہ تعالیٰ
ولحم خنزیر فانہ رجس الخ اور یہ امر ظاہر ہے کہ حرمت ذوات محرمہ کی جو لا لکراہتہ ہوتی ہے یا تو بوجہ ضرر کے
ہے یا بوجہ نجاست کے اور کامل حرمت وہ ہے جو جامع بین الشیئین ہووے یہ کلیہ شرع کا ہے پس جس عین کو شارع نے
بلفظ رجس یاد فرمایا وہ نجس ومضر اعلیٰ درجے کا ہوویگا اور جو ایسے اعیان ہیں کہ عقلاً وہاں نجاست کا احتمال نہیں وہ اعلیٰ
درجے کے گناہ ہوکر موجب نہایت ضرر دینی ودنیاوی کے ہوئینگے جیسا کہ مثلاً نصب وازلام کہ ذوات ان کی محل نجاست
نہیں بلکہ ہیئت عارضہ خشب وحجر کی ہے اور محض اضافہ معصیت سے حرام ہوگیا ہے اور بس وہ بحکم عقل اس کلیہ سے
خارج ہیں پس اب واضح ہوگیا کہ رجس کا لفظ وارد قرآن شریف موجب نجاست خمر ہے اور یہ لفظ ایسا صریح
لغوی تھا کہ بفور سماع اس کلمہ کے کسی فرد صحابہ کو اس کی نجاست میں تردد نہ ہوا اور حاجت مراجعت از فخر عالم علیہ السلام
نہ رہی بفور سماع منادی بلا مراجعت فی الحال شراب گرادی اور مٹکی توڑ ڈالی کما ورد فی الحدیث اور فخر عالم علیہ السلام نے

بھی حضرت مالی کا کچھ خیال نہ فرمایا اور ارشاد یا ہراق الخمر و کسر الدنان فرمایا اور شل جمرو ٹوٹے گھڑے کہ لا تخذتم
اہا بہا اس میں حکم ہوا تھا یا آنکہ حرمت علیکم المیتۃ و تلا بھی وارد قرآن تھا خمر کی کسی طرح کی اصلاح یا اور اُس کے
استعمال کا مثلاً وغیرہ میں لگانے ارشاد نہ ہوا تو ظاہر دلیل نجاست کی ہے کیونکہ ایسے نجس قسم ہی کا استعمال کسی وجہ سے درست نہیں
کہ من کل الوجوہ نجس اور غالب الضرور ہو ہے یہیں جبہ نجاست مغلظ اُس کے متفق علیہ ٹھیری اور پھر تا آخر حیات شارع
علیہ السلام نے وہ حکم عدم اقتراب خمر کا بعنا شراۂ تملکا رکھا پس یہ سنت صریح نجاست خمر کی ظاہر باہر ہے اور پھر
تا انقراض قرون ثلثہ اور ما بعد اس کے کسی عالم معتبر کو اس کی نجاست میں خلاف نہ ہوا باتفاق سب اُسکو حرام نجس مغلظ
فرماتے ہے اس سے زیادہ کونسا اجماع ہوویگا پس نجاست اس کی نص قطعی قرآن سے بعبارت النص ثابت ہوئی اور سنت
مستقرہ اور اجماع امت اس کے مطابق ہوا اب تامل نجاست خمر میں بے محل ہے اور پس اور قرآن شریف میں رجس
خبر لفظ انما الخمر کی ہے اور معطوفات کی اخبار محذوف ہیں کما قال البیضاوی و افرادہ لانہ خبر للخمر و خبر
المعطوفات محذوف الخ لو رہیہ اصل ترکیب ہے کہ معنی حقیقی ہیں اور حذف نکالنا مجاز لغوی ہے جب تک حقیقی
معنی درست ہو سکیں مجاز کو اختیار کرنا درست نہیں کہ اصل کلام میں حقیقت ہے نہ مجاز اور یہ قاعدہ مقررہ عرب و
عجم و اصول کا ہے پس جب معنے انما الخمر رجس کے الخمر نجس لغۃً حقیقۃً درست ہوئے لیا ارتکاب دیگر تکلفات حذف وغیرہ کا
فضول ہوا اور جب اخبار معطوفات کی محذوف ہیں تو الخمر رجس میں معنی واحد حقیقی رہے عموم مشترک کا شبہ
بھی رفع ہو گیا۔ کیونکہ اس رجس کو یہیں وہی معنی حقیقی مراد ہوئے اور اخبار محذوفہ میں دوسرے معنی اگر ہوں تو کیا
حرج ہے اگر وہاں قرینہ عقلیہ موجود ہے کیونکہ میسر جانی سے وہ نجس نہیں ہو سکتا اور انصاب اور ازلام چوب وقداح ہیں وہ بھی
نجس نہیں ہو سکتی اب رہا صاحب کبیر کا کہنا والرجس فی اللغۃ کلما استقذر من عمل یقال رجس الرجل
رجسا اذا عمل عملا قبیحا الخ ہرگز مضر نہیں کیونکہ لغت میں معنی رجس کے قبیح العمل کے بھی آتے ہیں جیسا
نجس کے آتے ہیں اگرچہ معنی نجس اصل و اکمل ہیں چنانچہ قاموس وغیرہ سے اوپر منقول ہو چکا اور کبیر نے حصر معنی
رجس کا قبح عملی میں نہیں کیا اگر کرتا تاہم معتبر نہ تھا کہ خلاف لغت کے ہے بلکہ وہ خود رجس کے معنے نجس ہونیکا قائل ہے
قال او لحم خنزیر فانہ رجس و معناہ وانہ تعالی انما حرم لحم الخنزیر لکونہ نجسا الخ پس ثابت ہوا کہ رجس کے
معنی نجس کے اس کے نزدیک بھی محقق ہیں مگر چونکہ اُس نے یہاں اپنی تفسیر میں معنی مجازی کو لیا کہ مجاز حذف اختیار کیا
لہٰذا یہ معنی بیان کئے اور پھر قوت معنی رجس کے بیان کر کے نجاست کا اثبات چاہا کہ بکمال قوی الحرمت و شدید
القباحت نجس ہی ہوتا ہے کما قررناہ۔ وہ خود دوسری جگہ واما الخمر فالجواب عنہ انہا نجسۃ فیکون من الرجس
فالمراد من تلک الاضافۃ المبالغۃ فی کمال قبحہ الخ جس سے ظاہر ہوا کہ کمال قبیح کو نجاست لازم ہے مگر جس جگہ
استثناء عقلی موجود ہو اور نجس بھی اس کے نزدیک رجس میں داخل ہے لقولہ فیکون من الرجس اور بالا تقریر ہو چکی

رجس کامل کو نجس لازم ہو دیگا پس کبیر کی یہ تفسیر کسی حال مضر نہ ہوئی بیضاوی نے بھی اول یہ تفسیر کرکے دوسری توجیہ وحدت خبر کی حذف مجاز کی طرح کر کی ہے بقولہ او للمضاف محذوف کانہ قال انما تعاطی الخمر الخ مگر اس احتمال سے وہ احتمال اول حقیقی رفع نہیں ہوتا بلکہ متبادر دراحق وہی ہے مہذا اس صورت مجاز میں بھی باطلاق لفظ رجس د حصول شدت معنوی نجاست ثابت ہو جاتی ہے۔ اور علیٰ ہذا اور لوگوں کا ترجمہ لفظ رجس کا محل تامل نہیں جبکہ لغت سے ثابت ہو چکا کہ رجس بمعنی نجس ہے فقط۔ سو دو تو اشکال سائل کے رفع ہوئے یعنی نجس بمعنی رجس کے ثابت ہوئے اور اطلاق لفظ رجس کا عین لفظ خمر پر صحیح ہوا اور میسر نصب ازلام کا نجس ہونا بھی معلوم ہوگیا اور لفظ عمل الشیطان از قسم نہ یہ عدل ہے کہ موجب نہایت مبالغہ کا ہے کما قال اللہ تعالیٰ انہ عمل غیر صالح الخ پس اخراج لفظ تعاطی کی کچھ حاجت نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس کے اول میں حذف مبتدا کیا جاوے ای اقترابہ من عمل الشیطان اور جملہ خبر ہو جاوے اور ہو سکتا ہے کہ عمل بمعنی معمول ہووے اور شراب معمول بالقاء الشیطان ہوتی ہے تو قلوب میں اس کی لذت اور خوبی ڈالکر بنواتا ہے اور جو معمول اور مزین بالقاء الشیطان ہو دیگا وہ خود اعلیٰ درجہ کا رجس و نجس ہو دیگا لہذا بیضاوی نے کہا ہے عمل الشیطان لانہ مسبب من تسویلہ و تزیینہ پس حمل عمل الشیطان کا عین الخمر پر بہت عمدہ اور بلیغ ہوا اور تحصیل مطلب کے واسطے اعلیٰ طریقہ ہے پس کچھ خدشہ نہیں اور صراحت ہر طرح پر نجاست خمر کی ثابت ہو گئی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکتوب ہشتم در تحقیق معنی جعلا لہ شرکاء فیما آتٰھما الخ
بنام حافظ عبد الغنی صاحب ساکن پھلاودہ ضلع میرٹھ

سوال۔ در آیت وجعلا لہ شرکاء فیما آتٰھما خلجان وہم شرک از حضرت ابوالبشر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بدل مے زاید توجیہش را خواستارم کہ ہیچ شبہ را از بیخ برکند و مورث اطمینان گردد۔ فقط

الجواب۔ حافظ عبد الغنی صاحب السلام علیکم! ڈیڑھ ماہ گذرا ہوگا کہ آپ کا خط بطلب تقریر آیت وجعلا لہ شرکاء الخ آیا تھا مگر جواب میں مہلت رہی دوسرا خط تقاضا آیا تو اس وقت عزم ہوا فرصت سوائے جمعہ کے نہیں ہوتی مہذا بخار کا اثر ہے کہ کام کرنا مشکل ہے اب لکھتا ہوں کہ بیضاوی و مدارک وغیرہ بعض مفسرین کو یہ اشکال ہوا ہے کہ انبیا علیہم السلام باتفاق شرک سے معصوم ہیں پھر نسبت شرک بابوالبشر آدم علیہ السلام کس طرح درست ہوئے لہذا انہوں نے نسبت شرک اولاد آدم کی طرف کی تقریر اس کی یہ ہے کہ اول حق تعالیٰ نے ھو الذی خلقکم میں خطاب اولاد آدم کو فرما کر اپنا غلام خانہ زاد ہونا اور ہر طرح منت و احسان خداوندی میں مستغرق ہونا فرمایا کیونکہ خلق ذات کے بعد کوئی درجہ منت کا باقی نہیں رہتا اور طرز خلق سے آبا و اجداد

الی الغایہ عبد مخلوق ہونا ثابت فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ اور وہ نفس واحد بھی مخلوق معبد تھا اور پھر جعل
منہا زوجہا کو ثابت کردیا اور پھر ان دونو سے طور ظہور اولاد کو فرمایا اور کہا فلما اتٰہما صالحا یعنی یہاں حذف کیا کہ ولد
صالح پیدا ہوا اور اس سے آگے اولاد چلی اور خلق کثیر ہوئی کہ سب کے سب غلام ابن غلام ابن غلام ہوئے جعلا یعنی غلام در غلام
بچوں نے کہ مخاطب ہیں اولاد آدم جعلا لہ شرکاء ای جعل اولادہما یہاں حذف مضاف کیا گیا کہ اولاد کا لفظ تھا بقرینہ سابق
کہ خطاب اولاد کو ہے اور بقرینہ لاحق کہ فرمایا عما یشرکون بلفظ جمع کہ ضمیر اولاد کی طرف جو خلقکم کی ضمیر جمع میں مذکور ہے راجع ہے
ورنہ عما یشرکان فرماتے اور قرینہ سابق و لاحق کی جمع سے حذف مضاف جائز ہوگیا اور اشکال رفع ہوگیا اول میں خطاب
بعد احسان کے ذکر کے مناسب ہے کہ منت و احسان حاضر پر ابلغ و اشد ہوتا ہے اور آخر میں غیبت اس واسطے مناسب ہوئی کہ فتعالی
کا لفظ غیبوبت کو دامی غایۃ علو مکان کو غیبوبت واجب ہے سعد امر کہ انتہائے غفلت میں مومن سے غائب و غافل ہوتا ہے حضور
میں شرک غیر ممکن ہے پس اس تقریر سے اشکال رفع کیا باقی نسبت شرک اگرچہ مجازاً آدم حوا کی طرف اس میں بھی کچھ نکتہ ہے
گو مجھ کو نہ آیا اور بیان میں طول جانا مگر اس عاجز کو تعجب ہوتا ہے کہ بیضاوی نے یہ تکلف کیوں کیا گو کچھ اس میں لطف ہو
جب حدیث صحیح و حسن اسکی تفسیر میں موجود ہے ترمذی کی کتاب التفسیر میں موجود ہے اور جلالین حاکم سے تصحیح اسکی کرتا ہے
اور فی الواقع یہاں کچھ اشکال ہی نہیں سنو کہ شرک کلی مشکک ہے اس کے افراد کبیرہ اور صغیرہ بلکہ مباح تک بھی ہیں قولہ
ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا میں شرک سے مراد ریا لیتے ہیں بیضاوی خود لکھتا ہے اور حدیث میں بھی ہے اور بخاری نے
کتاب الایمان میں باب کفر دون کفر لکھا اور یکفرن العشیر کو کفر میں کہ معنی کبیرہ کے ہے داخل کیا سب سے زیادہ یہ کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حلف بغیر اللہ فقد اشرک حلف بغیر اللہ کو شرک فرمایا اور خود حدیث میں حلف
بغیر اللہ آپ کی کلام میں منقول ہے مثلاً وابیک لتنبئان مسلم میں موجود ہے سو پہلے تو ابو البشر میں تردد تھا اب یعنی
کے دینے پڑ گئے کہ خود فخر عالم علیہ السلام آپ ہی تو نہی فرماتے ہیں اور شرک ثابت کرتے ہیں اور خود اس کام کو کیا اور
انبیا سب معصوم عن الشرک آپ کی ذات پاک تو بہت ہی ارفع ہے اگر کوئی کہے کہ آپ کی حلف قبل نہی تھی تو اول تو
مسلم نہیں مگر بعد تسلیم شرک تو ہر حال شرک ہی ہے خواہ نہی سے قبل ہو یا بعد انبیا شرک سے معصوم قبل نبی امتہ بھی اور
بعد بھی ورنہ وہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قبل نبوۃ آدم وہ قصہ ہوا تھا کیونکہ نبوت بعد وجود امتہ و اولاد تھی نہ قبل ازاں
تو سنو کہ نووی وغیرہ شراح لکھتے ہیں کہ حلف بغیر اللہ عمداً تو صغیرہ ہے اور سبقت لسانی اور عادات کی طرح مباح لو دیکھو کہ
شرک کے فرد صغیرہ اور مباح نکل آئے جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ بعض افراد شرک کہ مشکک ہی ایسے ہوتے ہیں کہ اباحت
کے درجے میں آجاتے ہیں بسبب عدم تعمد کے اور وہ واقعی شرک نہیں اور نہ اس کا سرزد ہونا انبیاء سے کچھ خلاف ان کے شان کے ہے
نہ عصمت کے خلاف ہے پس حضرت آدم کا تسمیہ عبد الحارث بھی اسی قسم کا تھا چنانچہ حدیث ترمذی میں وارد ہوا ہے ہمیں وقت
تحقیق جلالین میں فرمایا جعلا لہ شرکاء بتسمیۃ عبد الحارث ولا ینبغی ان یکون عبدا الا للہ تعالی ولیس

با شراک فی العبودیۃ لعصمۃ آدم علیہ السلام حضرت آدمؑ کو یہ خیال تھا کہ حارث نام پاک حق تعالیٰ کا ہے کہ خلق حرث و کسب سب اسی کی طرف ہے پس بہ سبب ذہول و تغفیت کے عبد الحارث نام رکھا اور تعمداً معصیۃ نہیں کی خطاء اجتہادی یا زلۃ تھی مگر چونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین اس عدم تحقیق پر عتاب فرمایا اور امت کو تنبیہ فرمادی کہ اس قدر غفلت بھی ارکان خدمت و ادب مولیٰ تعالیٰ شانہ میں موجب مواخذہ مقربین ہے تمہاری تو کیا حقیقت ہے پس اب معنی شرک کے بھی درست ہے اور نسبت بھی حقیقی رہی اور حضرت ابو البشر کی عصمت میں بھی کوئی نقصان نہ آیا اور اشکال خود مرتفع ہے اور حدیث کی تفسیر بھی موقع خود رہی اور جو کوئی خواہ مخواہ تتمہ ہی کا دعوےٰ کرے تو ہم کہتے ہیں کہ قبل نبوت کے صدور صغیرہ کا خود اہل عقاید لکھتے ہیں اور قبل اس تسمیہ کے کوئی نہی بھی حق تعالیٰ کی طرف سے صادر نہ ہوئی تھی چنانچہ شرح فقہ اکبر میں علی قاری لکھتے ہیں، اور شرح عقائد نسفی میں بھی مذکور ہے اما الصغائر فیجوز عمدا عند الجمہور خلافا للجبائی واتباعہ ویجوز سہوا بالاتفاق الا ما یدل علی الخسۃ انتہیٰ شرح عقائد نسفی۔ الحاصل جب حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ یہ امر تسمیہ بعبد الحارث تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شرک کے بعض فرد مکروہ و مباح بھی ہوتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تسمیہ بھی اسی قسم مباح یا مکروہ میں داخل ہے اور یہ بھی تحقیق ہو گیا کہ انبیاء سے لاعلمی میں ایسا تسمیہ یا امر مثل اس کے ہونا خلاف عصمۃ نہیں اور جانکہ ایسی بات ہونا جائز ہے۔ تو اب کیا اشکال تھا کہ بیضاوی کو اس قدر تکلیف ہوئی اور بیضاوی خود ہی معترف ہے کہ لا یشرک کے معانی لا یرائی کے ہیں لہذا بندہ عاجز کہتا ہے کہ اس میں اول ہی اشکال نہیں اور جو کچھ وہم ہوتا تھا اس کو بیضاوی نے اپنے ذمہ تکلیف رکھ کر بمجاز رفع کر دیا ہے اب خلجان نہ کرنا چاہیے اصول و قواعد کلامیہ و عقائد کے موافق لغت و حدیث کے مطابق ہے اور جو کچھ فعل ابو البشر علیہ السلام کا ہے اس کی نظیر کلام پاک فخر المرسلین خاتم النبیین میں موجود ہے جیسا یہاں توجیہ و جیہ سے ساحت نبوت پر خس و خاشاک وہم و اوہام کا امکان نہیں وہاں بھی اسی طرز و طریق کا سلوک مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم +

مکتوب نہم در حرمت طواف مزارات اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین بضمن آیۃ امران لا تعبدوا الا ایاہ الآیہ

سوال بدانکہ داب عاشقان شائقان است کہ بعد آداب شوق مزارات اولیاء اللہ تعالیٰ را طواف مے نمایند حالانکہ بعض علما این فعل را حرام و ممنوع گفتہ اند دریں صورت تحقیق این مسئلہ از ضروریات است چراکہ جواز این فعل بموجب قاعدہ اصول کہ اصل در جملہ اشیا نزد علماء ما اباحت است مادام کہ کدام دلیل قوی برائے حرمت آں وارد نشود پس جواز این فعل محتاج دلیل نیست نعم حرمت آں محتاج سوئے دلیل است پس در حکم حرمت آوردن دلیل

از ضروریات است خواہ آیت قرآنی خواہ حدیث نبوی خواہ قول مجتہد و اینکہ بعض علماء معاصرین قولہ تعالیٰ
ولیطوفوا بالبیت العتیق دلیل پیش کردہ دعوے حصر طواف بر کعبہ می نمایند در خدمت اوشاں التماس
است کہ دریں ہیچ کلمہ حصر نیست پس چگونہ دعوے حصر می نمایند۔ غایۃ ما فی الباب طواف کعبہ از ارکان حج
و بجملہ عبادات است و فعل عبادت خاص بکعبہ شریفہ ہست و طواف مزارات اولیاء اللہ از قبیل آداب
و فعل تعظیمی و تعظیم اولیاء اللہ تعالیٰ مامور بہ ہست آرے اگر کدام فعل تعظیم بحکم شارع ممنوع شود حرام شود چنانچہ
سجدہ تعظیم و بدون ورود حکم حرمت از شارع دعوے حرمت کردن چگونہ مسلم داشتہ شود پس بخدمت
حضرات علمائے دین التماس است کہ اگر کدام دلیل حرمت از قسم آیت القرآن مجید خواہ از حدیث نبوی
صلے اللہ علیہ وسلم خواہ قول مجتہد معلوم کردہ باشد ایں احقر را ازاں اطلاع فرمایند کہ تسلی شود + خادم العلماء عبدالرحمٰن خیرپوری

الجواب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ واذ بوّأنا
لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا و طھر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود ۝ الآیۃ
اس میں حق تعالیٰ نے ترک شرک کو مطلقاً ارشاد فرمایا کہ کوئی فرد شرک کی نہ ہونی چاہئے اور تطہیر بیت کی طائفین
کے واسطے کہ تطہیر از ناس اصنام وہی یہاں مراد ہے حکم کیا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ طواف
مثل سجود کے عبادت ہے، اور اس کے ایقاع کے واسطے تطہیر عن الاغیار ضرور ہے پس ظاہر ہوا کہ طواف یعنی
مثل سجود کے ایسی شے ہے کہ باوجود غیر کے درست نہیں سو عبادت ہونا طواف کا عبارت النص سے ثابت
ہوا اور اشارۃ النص سے غیر کو کرنا اس کا شرک محقق ہوا اور یہ بعد اس آیت کے دوسری آیت میں فرمایا کہ
ولیطوفوا بالبیت العتیق کہ امر و ایجاب طواف کا حکم ہے اور ایجاب امور تعظیمیہ میں نہیں ہوتا مگر بوجہ عبادت
کے پس بعبارۃ النص طواف عبادت ہوا اور اس کو صغرے بنا سکتے ہیں کہ بحکم الطواف عبادت ہے اور
دوسری آیت میں حکم ہے امر ان لا تعبدوا الا ایاہ الآیۃ اس میں حصر کر دیا عبادت کو حق تعالیٰ کے واسطے
کہ بحکم العبادۃ لا یکون الا للہ جس کا نتیجہ شکل اول سے حاصل ہوا کہ الطواف لا یکون الا للہ حصر
عبادت طواف کا حق تعالیٰ کے واسطے بعبارۃ النص و باشارۃ النص ثابت ہوا سو ہذا حدیث فخر
عالم علیہ السلام کی کہ لا تقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصۃ کہ
جس سے طواف غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا شرک ثابت ہوتا ہے اور اجماع امت کا بھی ہے کہ عبادت خاصہ
حق تعالیٰ کا ہے غیر کو جائز نہیں اور علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں ولا یطوف ای لا یدور
حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء
انتہی۔ پس اصول اربعہ سے شرک ہونا طواف غیر کا ثابت ہوتا ہے اب رہا قول سائل کا کہ طواف تعظیم ہے

اور تعظیم اولیا کی جائز ہے اور حصر موجود نہیں اور اصل ہر شے کی حل ہے ہر چار مقدمہ ممنوع ہیں
کیونکہ تعظیم اولیا کی وہ جائز ہے کہ مخصوص حق تعالےٰ کے ساتھ نہ ہو اور حد عبادت کو نہ پہنچے اور جو
تعظیم کہ عبادت ہو وہ ہرگز غیر جائز نہیں لقولہ تعالےٰ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ پس تعظیم غیر کو گرچہ انبیا ہوں
حرام اور شرک ہوئی البتہ وہ تعظیم کہ عبادت کے درجہ میں نہیں ہے وہ اولیا کو درست ہے مگر اُس کا درجہ
دریافت کرنا بھی نصوص سے ہی ہوگا بہرحال جو تعظیم کہ بایجاب اللہ تعالےٰ ذات حق تعالےٰ کے واسطے
فرض ہوئی وہ خواص حق تعالےٰ سے ہوئی اور غیر کے واسطے حرام ٹھیری پس طواف جو عبادۃ مفروضہ
اولیا کی درست قطعاً باطل کیونکہ عبادۃ عبارت غایۃ التذلل والتعظیم سے ہے یہ ہرگز کسی کو درست
نہیں اور اصل حل ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی نص اُس باب میں وارد نہ ہوئی ہو۔ چونکہ نص تحریم
عبادت لغیر اللہ یہاں موجود ہے پس یہاں اصل حرمت ہوگئی اب کسی تعظیم کو درجہ عبادت سے خارج
کرنا اور غیر اللہ کے واسطے جائز کرنا خود محتاج دلیل کا ہوویگا سو معاملہ علی القلب ہے سائل نے یہاں
نظر تحریم عبادت کی نص پر نہیں کی ورنہ ایسی بات نہ کرتے حالانکہ یہ نص نہایت ظاہر ہے ایاک نعبد
کہ ہر روز بہت دفعہ تکرار اس کا ہوتا ہے الحاصل یہاں اس مسئلہ میں نص تحریم موجود ہے پس اصل
تعظیم غایۃ تعظیم کی حرمت ہے مگر جس درجہ نص قطعی مقابل نص محرم کے مستثنےٰ فرما دیوے وہ جائز ہو جاویگی
والا لا واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ؁

مکتوب دہم متعلق کراہت استعمال لفظ صنم و بت در مقام ثنا بضمن آیۃ لا تقولوا راعنا الآیۃ

سوال شاعر جو اپنے شعر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک یا فتنہ عرب
باندھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معانی حقیقیہ مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا
ہے مگر تاہم ایہام گستاخی و اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالےٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
سے خالی نہیں یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا اور انظرنا کا لفظ عرض
کرنا ارشاد کیا حالانکہ مقصود صحابہ معاذ اللہ ہرگز وہ معنی کہ یہود لیتے تھے نہ تھے مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور
موہم اذیت و گستاخی جناب رسالت کا تھا لہذا حکم ہوا کہ لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا الخ اور علیٰ ہذا
حضرت صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ہرگز بوجہ اذیت و گستاخی معاذ اللہ

نہ تھا بلکہ حسب عادت وطبع تھا مگر چونکہ اذیت وبے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا
یاایہا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم
لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں
مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہو جاوینگے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور ایسا ہی حدیث[میں] ہے کہ کنیۃ
ابوالقاسم آپ کی حیات شریف میں منع ہو گئے تھے بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کہ کوئی کسی کو اگر پکاریگا
تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ندا کرتا ہے التفات فرماوینگے حالانکہ نادی ہرگز اذیت جناب سرور کائنات کا ارادہ
نہ کرتا تھا اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض والغیب عند اللہ باین وجہ تھی کہ سب عرب از قریش
تا کندہ بنو اسمٰعیل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ماموؤں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی
ہمارے باپوں سے مت کر ہم اولاد نضر ہیں۔ دیکھو کہ اس لفظ میں لفظ ایہام بعید کو کس قدر آپ نے
نفی کر کے نہی فرمایا اور ادب کلام کا تلقین فرمایا وعلیٰ ہذا خبثت نفسی کو منع فرمایا اور لقست نفسی کی اجازت
دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں۔ الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اذیت ظاہرہ ہے پس
ان الفاظ کو کہنا کفر ہوگا۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم
عذابا مہینا۔ قال فی الشفاء الوجہ الثانی وھو ان یکون القائل لما قال فی جنبہ صلی اللہ علیہ وسلم
غیر قاصد للسب والازراء ولا معتقد لہ ولکنہ تکلم بکلمۃ الکفر من لعنہ او سبہ او تکذیبہ
او اضافۃ مالا یجوز علیہ او نفی ما یجب لہ مما ھو فی حقہ علیہ السلام نقیصۃ الیٰ ان قال او یاتی بسفہ من
القول او قبیح من الکلام ونوع من السب وان ظھر بدلیل حالہ انہ لم یعتمد ذمہ ولم یقصد
سبہ اما لجہالۃ او لضجر او سکر او قلۃ مراقبۃ وضبط للسانہ او عجز فیہ وتہور فی کلامہ فحکم
ہذا الوجہ حکم الوجہ الاول القتل دون تلعثم انتہیٰ ملخصًا پس ان کلمات کفر کے بکنے والے
کو منع کرنا شدید چاہیے اور مقدور ہو تو اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہیے کہ موذی وگستاخ شان جناب کبریا
وتعالیٰ شانہٗ اور اس کے رسول امین صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم +

مکتوب یازدہم محاکمہ درباب تیمم بالغبار مستنبط از کریمہ فامسحوا بوجوھکم الایۃ

سوال مسئلہ تیمم بالغبار میں یہاں کے علما مختلف البیان ہیں اور ہر فریق اپنی تائید میں روایات فقہیہ
معتبرہ پیش کرتا ہے چنانچہ ایک فریق کا تو یہ مسلک ہے کہ غیر جنس الارض پر اگر غبار ہو تو تیمم جائز لیکن شرط

یہ ہے کہ انگلیوں کے نشان اُس شے پر محسوس ہونے لگیں۔ اگر اُس پر نشان ظاہر نہیں تو اس قدر
غبار کافی نہیں اور تیمم درست نہیں چنانچہ ردمحتار میں بروایت اسبیجابی موجود ہے وعبارۃ الاسبیجابی
کما فی البحر ولو ان الحنطۃ او الشی الذی لا یجوز علیہ التیمم اذا کان علیہ التراب فضرب یدہ
علیہ وتیمم ینظر ان کان یستبین اثرہ بمدہ یدہ علیہ جاز والا فلا انتہی بلفظہ ردمحتار
لفظ یستبین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ید کا اثر جواز تیمم کے لئے شرط ہے اور ایسا ہی ردمحتار میں
لفظ وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدہ یدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز انتہی
یہ بیان تو مختصر ایک فریق کا ہوا اور فریق ثانی جواب دیتا ہے کہ ہم کو اس میں کلام ہے کہ انگلیون کا نشان
اُس شے پر محسوس ہونا جواز تیمم میں مشروط ہو بلکہ صرف غبار کا اثر ہاتھ پر ہونا چاہئے اُس شے پر ہاتھ کا
اثر ہو یا نہ ہو چنانچہ ردمحتار میں بروایت تاترخانیہ مذکور ہے وصورۃ التیمم بالغبار ان یضرب
بیدیہ ثوبا او نحوہ من الاعیان الطاھرۃ التی علیھا غبار فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم او ینفض
ثوبہ حتی یرتفع غبارہ فیرفع یدیہ فی الغبار الھوا فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم انتہی بلفظہ
دیکھو تاترخانیہ نے کہیں بھی غبار پر اثر ہونے کی قید لگائی ہے پس جب مطلق تیمم جائز کہا تو تیمم علے
الغبار بلا اثر ید بھی جائز ہوا اور روایت اسبیجابی غیر معتبر ٹھیری یہ کلام فریق ثانی کا مجملاً ہوا اب ہم لوگ
سخت حیرانی و پریشانی میں ہیں کہ کس کے قول پر اعتماد کریں لہذا حضور کو حکم قرار دیکر عرض کرتے ہیں کہ تیمم بالغبار
کے واسطے کیا کیا شرائط ہیں اور ان ہر دو مسلکوں میں کونسا مسلک قابل اخذ ہے جواب اس کا بدلائل قرآن و حدیث
ارقام ہو اور مسلک ثانی کا جواب موافق قواعد شرع ارشاد ہو اور مابین روایت اسبیجابی و تاترخانیہ جو اختلاف
ہے اُس کو بھی رفع فرمایا جاوے +

الجواب۔ اقول باللہ التوفیق۔ اوّل یہ بات سُن لینی ضرور ہے کہ جواز تیمم بالغبار کے لئے یہ
شرط ضروری ہے کہ غبار ہاتھوں کو یقیناً لگے اگر غبار ہاتھوں کو یقیناً نہ لگیگا تو تیمم کسی کے نزدیک بالاتفاق
درست ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ اور بدیہی امر ہے کہ مسح بالغبار بدون
مساس غبار کے یدین کو یا مواضع تیمم کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا تو بس غبار کا لگنا یا یدین کو اور پھر
مواضع تیمم کو یا مواضع تیمم کو بلا واسطہ یدین کے اور فعل تیمم کا اُس کے ساتھ ہونا چاہئے۔ چنانچہ تفصیل
اس کی کتب فقہ میں مسطور ہے تاکہ فعل مسح بالغبار کہ مضمون تیمم بالصعید کا ہے حاصل ہو جاوے بخلاف حجر
کے مثلاً کہ اس میں کسی جزو کا لگنا ہاتھوں کو ضرور نہیں کیونکہ مسح الیدین وہاں بہرحال حاصل ہے اور یہی
امر کتب فقہ سے بھی مبرہن ہے اب بعد تحقیق اس امر کے عبارات کتب و روایت اسبیجابی میں کچھ تعارض و

تخالف نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کیونکہ تاتارخانیہ اور محیط وغیرہما کا مقصود یہ ہے کہ غبار
ہاتھوں کو لگ جاوے تب تیمم اُس سے کرے کما قال فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم انتھی
او ضرب یدہ علی حنطۃ او شعیر فلزق التراب او الغبار بیدہ بذلک جاز انتھی چنانچہ
مجیب صاحب نے یہ دونو عبارتیں نقل کی ہیں وعلیٰ ہذا دیگر روایات کا سب کا ماحصل یہی ہے
اگرچہ بعض عبارت باصرح عبارت تصریح کرتی ہے اور بعض میں چنداں وضاحت کے بیان نہیں کیا
اور محتاج بیان نہ جانا کہ متفق علیہ الائمہ اور بدیہی تھا حاجت تصریح نہیں جانی اور اسبیجابی کا مقصد یہ
امر ہے کہ مدیدین سے اثر غبار کا یدین پر ظاہر ہو جاوے اگرچہ قلیل ہی ہو مگر مس الغبار یقیناً محقق ہو جاوے
اُس میں تردد نہ رہے اب مد کے معنی حقیقی لینے میں کچھ حرج نہیں اور مد کو بمعنی ضرب کے لینے کی کوئی
ضرورت نہیں کہ مقصود واضح ہے فقولہ یستبین اثرہ ای اثر الغبار علی الیدین بمدہ یدہ ای
المتیمم علیہ ای علی الشی لفظ علیہ کا متعلق بہ مد ہے نہ بالیستبین تو معنی یہ ہوئے کہ اگر ظاہر ہووے
اثر غبار کا ہاتھوں پر بسبب مدیدین شے غیر جنس الارض کے تو تیمم درست ہوگا کہ التزاق غبار بالید پر
جزماً حاصل ہوا اور اگر اثر غبار ہاتھوں پر ظاہر نہیں ہوا تو وجود غبار میں ہی شک ہے پھر تیمم صحیح نہ ہوگا کہ
فامسحوا کا مصداق درست نہ ہوا اور یہ مراد اسبیجابی کی محیط وغیرہ کے مطابق ہے یہ مطلب نہیں کہ
شئے غیر جنس الارض پر بسبب کثرت غبار کے خط پیدا ہو جاوے اور یہ ترجمہ اس سبب سے ہوا
کہ قوا علیہ کو یستبین کے متعلق کیا گیا تو ترجمہ یوں ہو گیا کہ ظاہر ہو جاوے اثر ہاتھ پر بسبب مدید کے شے
پر اور علیہ متعلق مد کے ہوگا کہ لفظ مد کا اقرب ہے یستبین سے اور اقرب احق بالتعلق ہوتا ہے اور یہ سب
تکلفات اس لفظ علیہ کے یستبین کے ساتھ لگا لینے سے کرنی پڑے ورنہ کچھ بات نہ تھی اور غرض
اسبیجابی کی یہ ہے کہ عوام وقت تیمم کے چادر تکیہ کو ہاتھ مارتے ہیں اور اس میں کچھ گونہ غبار مرتفع ہوتا
بغور معلوم ہوتا ہے کہ جس میں شک ہے کہ ہاتھ کو غبار لگا یا نہیں بلکہ جزماً معلوم ہوتا ہے کہ غبار نہیں
کیونکہ ہاتھ بطن تکیہ پر مارے گئے اور غبار بمزاحمت وضم اجزائے تکیہ کے اوپر کو مرتفع ہوا تو ہاتھوں
کو غبار ہرگز نہیں لگا کہ ظاہر تکیہ پر اس قدر غبار نہ تھا کہ ہاتھوں کو مس کرتا تو اسبیجابی اس تیمم کو ناجائز
کہتا ہے کہ ایسے وہمی غبار سے کہ التزاق بالید میں تردد کیا بلکہ یقین عدم ہے تیمم نہیں ہوتا اور صاحب
بحر محقق حنفی اس کو قبول کر کے بساط پر تیمم کرنے میں ظاہراً عدم جواز کا قائل ہوا اور محشی بحر کا رملی
بھی اصل مسئلہ کو قبول کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ بل الظاہر التفصیل ان استبان اثرہ جاز و
الا فلا لوجود الشرط خصوصاً فی ثیاب ذوی الاشغال اس کو نقل کر کے رد محتار نے بھی

لکھا ہے وھو حسن فلذا اجزم بہ الشارح وفی التاترخانیہ وصورۃ التیمم بالغبار ان یضرب یدیہ الخ چنانچہ یہ روایت مجیب صاحب نقل فرماتے ہیں تو غرض صاحب رد محتار بھی اس کو قبول کرتا ہے اور اس روایت اور اس عبارت تاترخانیہ میں تعارض نہیں بتلاتا اور مجموعہ روایات سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ تعلق غبار کا ہاتھوں کو ہونا شرط ہے خواہ کسی طرح ہو خواہ کسی قدر ہو ہاں یہ کہ التزاق غبار بالیدین اس قدر کثرت سے ہو کہ بالنظر محسوس ہو جاوے۔ البتہ یہ شرط کسی کتاب میں نہیں لکھی اور نہ یہ مراد اسبیجابی کی ہے مگر التزاق الغبار بالیدین لجزما لاریب ضروری ہے جس سے مسح کا مضمون حاصل ہو جاوے اور وہ ہی مراد اسبیجابی ہے کہ یستبین اثرہ کے معنی ہیں اور اس امر میں وہ تمام شروح ومتون اور فتاوے سے متفق ہے جہاں اس امر میں شک ہو گا تیمم بھی روا نہ ہو گا فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مکتوب انوار قلوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا للہ رب العٰلمین ومصلیًا علیٰ خیر الاولین والاٰخرین وتابعیہ اجمعین

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اٰخر من یدخل الجنۃ رجل فھو یمشی مرۃ ویکبو مرۃ وتسفعہ النار مرۃ فاذا جاوزھا التفت الیھا فقال تبارک الذی نجانی منک لقد اعطانی اللہ شیئًا ما اعطاہ احدًا من الاولین والاٰخرین فترفع لہ شجرۃ فیقول ای رب اَدنِنی من ھذہ الشجرۃ فلاستظل بظلھا واشرب من مائھا فیقول اللہ یا ابن اٰدم لعلی ان اعطیتکھا سالتنی غیرھا فیقول لا یارب ویعاھدہ ان لا یسئلہ غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یری ما لا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فیستظل بظلھا ویشرب من مائھا ثم ترفع لہ شجرۃ ھی احسن من الاولی فیقول ای رب ادننی من ھذہ الشجرۃ لاشرب من مائھا واستظل بظلھا لا اسالک غیرھا فیقول یا ابن اٰدم الم تعاھدنی ان لا تسئلنی غیرھا فیقول لعلی ان ادنیتک منھا تسالنی غیرھا فیعاھدہ ان لا یسئلہ غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یری ما لا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فیستظل بظلھا ویشرب من مائھا ثم ترفع لہ شجرۃ عند باب الجنۃ ھی احسن من الاولیین فیقول ای رب اَدننی من ھذہ فلاستظل بظلھا واشرب من مائھا لا اسالک غیرھا فیقول یا ابن اٰدم الم تعاھدنی ان لا تسئلنی غیرھا قال بلی یارب ھذہ لا اسالک غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یری ما لا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فاذا ادناہ منھا سمع اصوات اھل الجنۃ فیقول ای رب ادخلنیھا فیقول یا ابن اٰدم ما یصرینی منک ایرضیک ان اعطیتک الدنیا ومثلھا معھا قال ای رب اتستھزئ منی وانت رب العٰلمین فضحک ابن مسعود فقال الا تسالونی مم اضحک فقالوا مم تضحک فقال ھکذا ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا مم تضحک

یا رسول اللہ قال من ضحک رب العٰلمین حین قال اتستہزئ منی وانت
رب العٰلمین فیقول انی لا استہزئ منک ولکنی علی ما اشاء قدیر۔ رواہ مسلم

از احقر الناس بندہ **رشید احمد** گنگوہی عفی عنہ گرامی خدمت بابرکت مولوی محمد حسین صاحب
مدظلہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند گرامی نامہ آپ کا پہنچا آپ نے حدیث آخر رجل دخل فی الجنة
کے بعض مصالح کو استفسار فرمایا ہے۔ مگر احکم افعال حق تعالیٰ کے بجز ارشاد شارع علیہ السلام کے
دریافت ہونے محال ہیں اور شراح حدیث نے اس باب میں کچھ نہیں لکھا۔ سو بندہ جو کچھ اپنے فہم
قاصر کی رسائی ہے اس کو لکھتا ہے سنو کہ اصل غرض کلی حضرت شارع علیہ السلام کے اس واقعہ
کے ارشاد سے بشارت اہل صدق وایمان کی اور انذار وتخویف اہل کفر وطغیان کی ہے اور اس طرح
نجات دینا حق تعالیٰ کا بھی یہ وجہ رکھتا ہے ولا یعلمہا الا اللہ تعالیٰ پس اول وہ رجل جب نار
خارج ہوا اور چہرہ اس کا نار کی طرف رہا تو باوجود خروج عن النار محض مشاہدہ جہنم کا اس قدر مولم
ومعذب تھا کہ فقط صرف وجہ کو وہ اعلےٰ درجہ فوز کا تصور کرتا تھا مگر اس کو کچھ اختیار اس کا نہ تھا
اور خروج عن النار جو جوا واقع ہوا تھا اس کو بھی جانتا تھا کہ یہ محض انعام حق تعالیٰ کا ہی جس کا
بمنزلہ دینے کے تھا اسی واسطے جب خروج نار ہوا تو بشاش ہو کر بول اٹھا تھا تبارک الذی نجانی منک
لقد اعطانی اللہ شیئا ما اعطاہ احدا من العٰلمین۔ اور سبب یہ ہے کہ وہ عالم ظہور حقائق کا
ہے مغیبات وہاں مشاہدات بن جاوینگے تو تصریف ذرہ ذرہ عالم بقدرت حق تعالیٰ اور عدم حول و
قدرت غیر اللہ تعالیٰ سب پر منکشف عام وخاص ہو جائیگا اور نیز بنظر اپنے افعال بد اور معاصی کے کہ مطالعہ
اعمالنامہ ہویدا ہو چکا ہے خروج عن النار کمال انعام حق تعالیٰ کا جان لیا ہے اور یقین کر لیا ہے کہ
اس سے زیادہ تخفیف کے لائق ہرگز ہرگز میں نہیں ہوں مگر بہمہذا شدت الم سے مضطر ہو کر دعا
اپنے رحیم قدیر سے کردی کہ چہرہ میرا اس طرف سے پھیرا جاوے۔ پس اس سے شدت عذاب نار
اور عظمت ارحم الراحمین خوب اہل دانش پر واضح ہے کہ خروج عن النار کو ہی وہ خود ایسی نعمت جان
گیا تھا کہ کسی کو اس قدر نعمت نہیں ملی۔ اور ایسے مستحق کو کس قدر نواز دیا کہ یک لخت وہاں سے
نکالا یا پھر جائے صرف وجہ پس حق تعالیٰ نے اس سے عہد و میثاق لیا کہ زیادہ کچھ طلب نہ کرنا اس سے
علم عدم استحقاق ہو کر اس کو خوب متحقق ہو گیا کہ صرف وجہ تو بہت ہی بڑی نعمت ہے غرض جب
منہ اس کا پھر گیا تو اب اس کے سرور کو قیاس کرنا چاہئے اور نعمت غیر مترقبہ کے حصول پر سرور
کو اندازہ کرنا کہ یہ امر بلا عہد میں حاصل نہ تھا اب اس رجل کو نہایت سرور اور شکر اس دولت کا ہوا

اور مومنین کو اس کے سماع سے بڑی توقع اپنے رب العالمین پر ہو گئی کہ ایسا مجرم اور اس قدر
اُس پر رحمت اور اس سے سابق وہ رجل نہ جانتا تھا کہ صرف وجہ سے زیادہ بھی کوئی نعمت
ہے تو اس میں انعام دوم سے مالامال اور اپنے برابر کسی کو نہیں جانتا تھا کہ یکایک اُس کی نظر
اول درخت پر پڑی کہ ربض ابعد جنت کا اور منتہی اُس کا اور نہایت کمتر درجہ راحت کا تھا اور
گویا اہل جنت کے نزدیک وہ دوزخ ہی تھا جیسا سعدی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے
حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الخ پس اُس کے مشاہدہ سے اس قدر لذت و روح و ریحان
سرور حاصل ہوا کہ تمام اجزاء و جوانب قلب کو محیط ہو گیا اور ہر رگ و ریشہ میں ساری ہو گیا کہ ضبط
سوال سے عاجز ہوا اور نقض عہد پر عازم باوجود مشاہدہ عظمۃ و جلال اور علم جرم نقض عہد کے
مضطر ہو کر عرض وصول شجرہ کر ہی دیا لہذا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے و ربہ یعذرہ
لانہ یری مالا صبر لہ علیہ تو اب ہر عاقل اُن درجہ لذت کو قیاس کرے کہ ایسے احکم الحاکمین جبار
ذو الملک و الملکوت کے عہد کو نقض کرنا کہ جس کے عظمت و جلال سے ملاء اعلی اور عرش معلےٰ
باآں عظمۃ خود لرزاں و ہراساں ہیں اس کے حضرت و حضور میں ہو کر کس قدر غلبہ سکر و طغیان
نشہ و سرور و لذت کو چاہتا ہے کہ جس کے سکر میں کچھ بھی لحاظ نہ رہا اور حالانکہ یہ درجہ ادنےٰ
ادنےٰ بمراتب بیشمار درجہ لذت جنت سے ہے پس عہد و میثاق کرنے اور توڑنے سے یہ لم خوب
واضح ہوا کہ بلا عہد یک دفعہ عطا فرمانے میں۔ علی ہذا دوسرے شجر کو اور تیسرے اور پھر دخول جنت کو
اسی طرح قیاس کرنا چاہئے کہ ہر ہر درجہ اعلےٰ کو اپنے اسفل درجہ سے یہی نسبت ہے جیسا کہ صرف
وجہ کو شجرہ اول سے ہے پس اس سے عقلاء کے نزدیک کیسی شرح قولہ تعالیٰ اعددت لعبادی
الصٰلحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور تفسیر فلا تعلم
نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین خوب عمدہ ہو گئی اور مومنین کو حکم و سارعوا الی مغفرۃ
من ربکم و جنۃ الآیۃ کا سُنے ہوئے تھے اس بشارت نے دیوانہ و فریفتہ سعی بذل جان و مال کا
راہ حق تعالیٰ میں کر دیا کہ یہ لطف یکدفعہ و بلا عہد عطا کرنے میں حاصل نہ تھا نہ اُس رجل مغفور لہ کو
کہ جو نعمت بعد طلب و تعب کے ملتی ہے وہ نہایت الذ ہوتی ہے اور جو دولت متمنی بعد یاس اور تیقن
عدم لیاقت کے ملتی ہے وہ غایت موجب شکر و سرور و لذت کے ہوتی ہے اور باعث مزید
نعماء ہو جاتی قال اللہ تعالیٰ لئن شکرتم لازیدنکم الآیۃ اور یہ دو نو امر تدریج عطا اور عہد کرنے
میں حاصل ہیں نہ یکدفعہ اعلےٰ درجہ پر پہنچانے میں اور بلا عہد دینے میں۔ دوسرے یہ کہ روح لطیفہ

عالم غیب سے تھی جب اُس کا تعلق اس جسد عنصری سفلی سے ہوا اور اس کی صحبت سے اُس کو
غیبوبۃ عالم غیب سے ہوئی تو بقدر انہماک لذائذ دنیا و غفلت از دار اعلےٰ کے اُس کی استعداد تحمل
لذائذ و نعماء جنت کی کم اور گم ہو جاتی ہے انبیا علیہم السلام کو ہر دم مشاہدہ اُمور غیبیہ و در تیقظ و حضور
حق تعالیٰ کا رہتا ہے کما قال النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم
قلیلاً الخ اور فرمایا انی اریٰ ما لا ترون مگر بسبب اسکے روح طیب اُن کی محتاج اکل و شرب وغیرہما
حوائج جسمانی کی تھی تو بہت قلیل اثر یہاں کا ہوا اسی واسطے روح پاک آپ کی جنت میں داخل
ہوتی تھی اور جسد مطہر آپ کا معراج میں حسب کچھ ظہور فرما ہوا لیکن خواب طویل میں جو بخاری نے
نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ آپ نے اوپر ایک مکان دیکھا جو آپ کا مکان ہونا بیان کیا گیا جب آپ نے
اُس کے دخول کا قصد فرمایا تو ملکین نے فرمایا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے بعد انتقال عالم دنیا کے
یہاں تشریف لیجاؤ گے جس سے معلوم ہوا کہ کچھ توقف اس جماعت پاک کو بھی وصول اپنے درجہ
میں ہوتا ہے تا تعلق روح با جسد دار دنیا تو بظاہر یہی وجہ ہے کہ تا تعلق جسد کچھ قوت روحی میں
حجاب ظاہری ہے کہ اس کے رفع پر اصلی حالت کا ظہور بوجہ اتم ہوتا ہے اور بہر خواص کو بعد انبیاء
علیہم السلام کے اور عوام کو اور فساق کو اپنے اپنے درجہ تو ابعات کے قدر اور اپنے اپنے قدر انہماک فی المعاصی
کے بعد عالم غیب سے ہو کر قوت روحی کم ہوتی ہے اسی واسطے عالم برزخ و قبر میں کامل حظ جنت کا نہیں
ملتا بلکہ کچھ اثر حظ جنت کا بقدر مرتبہ ملتا ہے اور کمال حظ بعد حشر و حساب و عبور صراط کے حاصل
ہوگا اور فساق و فجار کو بعد عذاب و تہذیب و تزکیہ کے دیا جائیگا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے
مرتبہ کاملہ کو پہنچنا سب کے واسطے بتدریج ہی ہے کوئی فرد بشر ایسا نہیں کہ ایک دفعہ وہاں پہنچے اگرچہ
تدریج برائے نام ہی ہو جیسا جناب انبیا علیہم السلام کے حق میں مگر چونکہ یہ رجل تمام عالم سے ادنےٰ تھا اس
کی تدریج بہت شدت سے اور ظاہر طور سے ہوئی اور ہر ہر موقع پر توقف اور دکھا کر شوق دلانا۔ اور
پھر عہد و میثاق لینا اور درجہ بدرجہ ترقی دینا ہوا کہ جیسا اس کی روح کو سب سے زیادہ فقدان استعداد
حاصل ہوا تھا ایسا ہی دیر میں اس کو یہ امر حاصل ہوا اور دیگر افراد میں ان کے مراتب کی قدر
ہوتا ہے چنانچہ اختلاف حالات حیات و برزخ و حشر و میزان و حساب و عبور صراط سے واضح ہوتا ہے
پس تدریج سب میں حاصل ہے اور اس رجل کی تدریج سب عالم سے بڑھ کر ہے بسبب ادنےٰ ہونے کے
تمام مومنین سے اور کفار کے نسمہ کو بالکل موت و فنا اُس عالم سے ہو جاتا ہے اُن کو کبھی بھی نجات
نہ ہوویگی اور اس کی مثال ایسی ہے جیسا بچہ کو وقت ولادت اول شیر مادر کے سوا کوئی شے لائق

وموافق نہیں پھر بعد مدت کے شیر گاؤ اور پھر کچھ برنج قلیل ڈال کر علی ہذا عمدہ اغذیہ تک سو
یہ مصلحت عامہ ہے مگر اس رجل میں اس کا ظہور بکثرت ہوا خلاف دیگر افراد متعلقین کے تیسرے فریق کے حق تعالی
رفعت شانہ ایمان مومنین کی اس تدریج سے ظاہر فرماتا ہے کیونکہ حدیث بخاری میں ہے کہ جب
بشفاعت وہ لوگ بھی نار سے نکالے گئے جن کے حق میں یہ حکم تھا من قال لا الہ الا اللہ و
فی قلبہ ادنی ادنی ادنی من خردل تو فخر عالم علیہ السلام بعد اس کے شفاعت ان کی کرینگے جو
فقط لا الہ الا اللہ کہنے والے تھے تو حق تعالی ان کے باب میں شفاعت قبول نہ فرما کر خود ان کو
نکال کر افواہ جنت پر ڈالینگے اور جب ماء الحیات سے وہ جلد مثل بادلو ہو کر جنت میں داخل ہوینگے تو
ظاہر اس حدیث سے واضح ہے کہ یہ قوم لا الہ الا اللہ کہتی تھی مگر کوئی ذرہ خیر کا ان کے قلب میں
نہ تھا اور تھا تو ایسا تھا کہ کسی مخلوق کو معلوم نہ ہوتا تھا تو ایسی جماعت بھی یکدفعہ در جنت پر پہنچی تو
یہ رجل اس جماعت سے بھی اونے درجے میں تھا کہ جس کو اس تدریج سے در جنت پر پہنچایا اور یہ تدریج ہی
دلیل اس کی کمی مرتبہ کی ہے اس قوم [illegible] ہے تو ایمان کا وہ درجہ کہ کسی ملک [illegible] عمل کو بھی معلوم نہ ہو عند اللہ
موجب نجات و معتبر ہے پھر کسی مومن کو قطعی ناری کہنا اور کسی کے مخفی ایمان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیے
اسی واسطے فقہاء امت علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ سو وجہ میں اگر ایک وجہ ایمان کی بھی ہو سکے تو تکفیر مومن
کی نہ کرنا چاہیے تو یہ سو درجہ فرمانا فقہا کا تحدیدیہ نہیں بلکہ تکثیر ہے ہزار سے ایک وجہ ہو جب بھی تکفیر
نہ کرے کہ ایمان کی بہت بڑی عظمت ہے کہ تصدیق توحید حق تعالی صفت خاصہ حق تعالی کی ہے قل
ہو اللہ احد پھر جس کی جبلت میں یہ نور صفت خاصہ داخل ہے اگرچہ کسی درجہ خفیہ میں ہو وہ کسی طرح
مقبول اور منفی نہ ہو دخول نار اس کی تہذیب اور اصلاح کے واسطے ہے نہ تحقیر و تعذیب کے لئے گو بظاہر
صورت عذاب ہے جیسا دشمن کا مارنا اور اپنے ولد محبوب کو تربیت کے لئے مارنا مشابہ ہے مگر جو مومن فرق
ہے کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اسی سے قیاس کرنا چاہیے
کہ جس کے قلب میں قرآن شریف کل یا جزو ہوگا اس کا کیا مرتبہ ہے لو جعل القرآن فی اھاب ثم القی
فی النار ما احترق حدیث صحیح ہے اور جس کا قلب حضور و مشاہدہ حق تعالی زندہ ہے وہ کس درجہ کا نور
بعیت سے مالا مال اور حضور اور تقرب حق تعالی کا ہوگا یہ حدیث تدریج اس مرتبہ کی تحصیل کا شوق
دلاتی ہے پر جو تھے اس تدریج سے شان وسعت رحمت اپنے کی ظاہر کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف
میں ہے کہ حق تعالی نے رحمت کو سو جز کر کے ایک جز نازل فرمایا ہے جس سے تمام خلق باہم رحمت و
شفقت کرتی ہے اور قیامت کو اس حصہ کو بھی لیکر سو رحمت سے بندوں پر ترحم فرمائیگا اس قصہ

تدریج سے اُس رجل کی اس قدر کمی درجۂ ایمان کی کہ ہرگز قابل اعتبار نہیں معلوم ہوئی پھر
اُس پر بھی تمام دنیا کے برابر اُس کو مرحمت فرمایا تو خیال کرنا چاہئے کہ کس قدر فضل اُس
ارحم الراحمین کا ہے پس کسی مومن کو باوصف اپنے عصیان کے مایوس رحمت سے نہ ہونا چاہئے
قال اللہ تعالیٰ[۱] لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ولا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئاس من روح
اللہ الا القوم الکفرون۔ اگرچہ خشیت بھی ایسی چاہئے کہ دونو بازو ایمان کے ہیں پانچویں
مومنین کو تنبیہ ہے کہ ایمان وعقائد کی تصحیح میں زیادہ کوشش وسعی کریں کہ اگر صحت ایمان ہے تو سب
کچھ ہے اور تحسین اعمال پر غرہ نہ کرے کہ بدون ایمان کچھ معتبر نہیں اعمال اگرچہ ذرہ بھر نہ ہوں مگر ایمان
صحیح ہو تو وہ مومن ناجی ہے اگرچہ کبھی ناجی ہو اور اگر اعمال مثل جبال عظام ہوں اور ایمان کچھ نہ ہو تو وہ
سب ہباءً منثورہ ہیں کہ ایمان اس رجل کا کہ بتدریج جنت میں گیا اگرچہ محض خفی کالعدم تھا مگر صحیح تھا
جس قدر تھا اور ضعف وکمی اُس کی تدریج سے ظاہر ہوئی۔ آخر جنت میں داخل ہوا مگر شرک وکفر
ہرگز نہ بخشا جائیگا اگرچہ کسی قدر اعمال ہوویں اور رجا بھی ایمان ہی کے ساتھ معتبر ہے ورنہ لغو ہے
چھٹے تاکید ہے عباد کو اعمال خیر کو بیکار نہ جانیں کہ یہ تدریج و دیررسی اس رجل کو اعمال کے نہ ہونے
سے[۱] اور اُس قوم کو جو افواہ جنت پر ڈالی گئی بسبب عدم اعمال ہی کے ہوئی ہے چنانچہ فرمایا۔ فمن[۲]
کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا لقاء کامل ایمان وعمل
سے ملتا ہے اور ایمان کو اعمال صالحہ سے تقویت ہوتی ہے۔ الیہ[۳] یصعد الکلم الطیب والعمل
الصالح یرفعہ پس عمل صالح کو اگرچہ قلیل ہو قلیل نہ سمجھے کہ اگر کوئی مثل ذرہ بھی عمل صالح اس رجل کے
ساتھ ہوتا تو اس درجہ تدریج میں نہ ہوتا ہرچند نفس ایمان سے انجام کار ناجی ہوا مگر عاقل کو طلب
ترقی وتجنب تنزل وتکالیف سے لازم ہے جیسے دنیا میں رات دن اسی فکر میں سرگرم ہے سوائے
اس کے اور بھی بعض اشارات مصالح اس تدریج اور واقعہ حدیث سے نکلتے ہیں مگر اس پر ہی بس
کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم حسبنا[۴] اللہ ونعم الوکیل رب زدنی علما وادخلنی فی زمرۃ
عبادک الصلحین آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ الطیبین الطاہرین
وعلی من تبعہم الیٰ یوم الدین والسلام فقط ٭

مسئلہ اثبات پردہ مروجہ شرفاء ہند از کتاب وسنت

عورتوں کے کون کون اعضاء شرعاً داخل ستر ہیں اور کون کون نہیں اجنبیہ کو کون کون اعضاء اجنبی سے

چھپانے چاہئیں اور کون نہیں۔ بحوالۂ کتاب بتصریح فصول وابواب مدلل ومفصل تحریر فرماویں +
قرآن میں تو فقط وقرن فی بیوتکن سے عورتوں کے گھروں میں رہنے کا حکم معلوم ہوا لیکن یہ مخصوص ازواج نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے دوسری عورتیں اس میں کیونکر شامل ہو سکتی ہیں کیونکہ کچھ ہی قبل ارشاد ہوتا ہے
یانساء النبی لستن کاحد من النساء علاوہ اس کے جتنی آیتیں پردہ کے بارہ میں ہیں اُن سے باہر
نکلنے کی نفی نہیں معلوم ہوتی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت دی
جیساکہ مسلم وبخاری وغیرہ میں موجود ہے چنانچہ عورتیں نماز میں جماعت کے ساتھ شریک ہوتی تھیں اور عرب
میں ابھی تک وہ ہی دستور جاری ہے فقہا کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ اور اوپر کے کپڑے داخل
ستر نہیں پس عورت چہرہ کھول کے باہر نکل سکے گی قیاس بھی اسی کو مقتضی ہے کہ عورتیں چہرہ کھول کر
باہر پھریں ورنہ اپنی حاجتوں کے پورا کرنے میں قاصر رہینگی اور تحصیل علوم وکمال سے جو انسان کی زینت
ہیں محروم رہینگی سب تو امیر ہیں نہیں کہ نوکر وغیرہ رکھیں بیچارے غریبوں کے لئے تو سخت مصیبت ہے۔ پس اب
اس صورت میں پردہ موجودہ ہند (جس کو حبس دائمی بھی کہہ سکتے ہیں جس کی بدولت عورتیں غلاموں سے
بھی بدتر ہو جاتی ہیں۔ غلام تو خدا کی قدرتی مخلوق کا نظارہ بھی کر سکتا ہے وہ بیچاریاں اس پردہ
کی بدولت اس سے بھی محروم ہیں) خلاف شرع ہے یا نہیں اگر یہ کہا جاوے گا کہ محض نظر شر وفساد یہ
پردہ رواج کیا گیا تو یہ قابل تسلیم نہ ہوگا کیونکہ نیک اور بد آدمی ہر قرن میں ہوتے رہے ہیں کیا آنحضرت
کے زمانہ میں بد آدمی تھے ہی نہیں کہ آپ نے منع نہ فرمایا اگر پردہ موجودہ ہند قرآن وحدیث واجماع
وقیاس سے ثابت ہے اور واقع میں اس کی ضرورت ہے تو بدلائل عقلی ونقلی کتب مستندہ سے
حوالہ قلم فرمائے اقوال ضعیفہ واحادیث ضعیفہ یا وہ احادیث جن کی روایات کے سلسلہ میں تفرقہ
پڑ گیا ہے قابل استدلال نہ ہونگے +

جبکہ پردہ موجودہ ہند خلاف شرع سمجھا گیا تو علما کہ جن کا فرض منصبی یہی ہے کہ خلاف شرع
چیزوں سے لوگوں کو ممانعت کرتے رہیں اور ممانعت تو درکنار خود ہی اُن خلاف شرع چیزوں پر
عمل کرتے ہیں اور لوگ اُن کے افعال سے استدلال کرتے ہیں پس وہ علما یا وہ لوگ جو کہ خلاف
شرع پر عمل کرتے ہیں عند اللہ ماخوذ ہونگے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب +

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ عورت حرہ کا تمام بدن سر کے بالوں سے لیکر ناخن پا تک
عورت ہے بدیں معنی کہ نظر کرنا اُس پر بشہوت یا جبکہ مظنہ شہوت ہو حرام ہے اور ستر اس کا ایسی حالت

میں عورت پر واجب ہے مگر در محل ضرورت کہ وہ معاف کیا گیا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے سورۂ نور کے
رکوع چہارم میں فرمایا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم یعنی اے محمد مومن
مردوں سے کہدے کہ اپنی آنکھیں بند کر دیں اور روکے رکھیں اور اپنے پیشاب گاہوں کی حفاظت
کریں وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن اور مومن عورتوں سے
سے کہہ دے کہ اپنی آنکھوں کو بند کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اس آیت میں حق تعالیٰ
نے اول مردوں کو حکم فرمایا کہ تم اپنی نظروں کو بند کرو اور شرمگاہوں کی محافظت کرو تو اولاً غض بصر کو
مطلق فرمایا کوئی قید کسی موضع اور عضو کی نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً عورت کے کسی
عضو کو بنظر شہوت ہے دیکھنا حرام ہے خصوصاً چہرہ کہ تمام حسن و جمال کا مدار اور اصل فریفتگی چہرہ ہی پر
ختم ہے ثانیاً اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنا کسی عضو نامحرم کا مفضی الی الزنا ہے کہ محافظت
فرج غض بصر پر مرتب فرمائی گئی اور یہ اس واسطے ہے کہ مرد کو عورت کی طرف طبعی رغبت ہے اور
اُس سے بچنا نہایت مشکل ہے یہیں وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نامحرم کے ساتھ خلوت کو حرام
فرمایا اور منقول ہے کہ شیطان نے موسےٰ علیہ السلام کو ایک قصہ میں یہ بات سوجھائی ہے کہ جب اجتماع
مرد و عورت نامحرم کا ہوتا ہے تو میں تمام ہمت اپنی صرف کرتا ہوں کہ اُن کو معصیت میں ڈالوں علی ہذا
عورت کو مرد کی طرف رغبت طبیعی ہے پس ایسی حالت میں مرد و عورت کا دور رہنا اور غض بصر
ہر ہر عضو سے رکھنا صاف ظاہر ہے کہ ہر اہل ایمان پر واجب ہے مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے اور
چونکہ بعض نظر جو کہ مفضی الی الفساد نہ تھی جیسا نظر محرم کی طرف اعضاے ظاہرہ کی یا نظر طبیب یا جراح
کی بسبب ضرورت کے مثلاً تو اُس کے اجازت و اباحت کے لئے من تبعیضیہ لایا گیا اور اس تبعیض
سے جو بعض لوگوں کو شبہ گزرتا کہ بعض نظر غیر محرم کی طرف جائز بھی ہو اگرچہ مفضی الی الفساد ہو تو جملہ
یحفظوا فروجھم سے اُس کو دفع فرما دیا کہ ایسی نظر اصلا درست نہیں ہے کہ مفضی الی الزنا ہے خواہ کسی عضو
کی طرف ہو اور یہ امر بدون مباعدہ اور پردہ کے حاصل نہیں ہو سکتا اسی واسطے حق تعالیٰ سورۂ احزاب کے
چوتھے رکوع میں فرمایا ہے کہ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی یعنی اپنے
گھروں میں مقیم اور مستقر رہو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح سے اظہار زینت اور خروج و بروز مت رکھو
سو ہر چند نزول ان آیات کا ازواج مطہرات کے بارے میں ہے مگر حکم عام ہے شرح اس کی یہ ہے
کہ حق جل و علا شانہٗ نے ازواج مطہرات کو ارشاد فرمایا تھا کہ یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ
مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذلک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن اللہ

ورسولہ وتعمل صالحا نؤتہا اجرہا مرتین واعتدنا لہا رزقا کریما یعنی نبیؐ کی
عورتو جو کوئی تم میں سے ارتکاب کرے کھلی بُرائی کا اُس کو دُونا عذاب ہوگا اور یہ اللہ پر سہل
ہے یعنی تمہارا نساء نبی ہونا اُس کو عذاب کرنے سے روک نہیں سکتا اور جو کوئی تم میں سے
اطاعت کرے اللہ اور رسول کی اور کام کرے اچھے اُس کو دونا ثواب ملیگا اور ہم نے اُس
کے واسطے اچھا حصہ آخرت میں تیار کیا ہے انتہیٰ ان ہردو آیات میں یہ حکم ہوا کہ اگر تم گناہ
کروگی تو دونا عذاب ہوگا اور اگر اطاعت کروگی تو دونا ثواب ہوگا تو اس میں شبہ یہ ہوتا تھا
کہ ان مقدسات کو دونا ثواب و عذاب کیوں ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اعزاسمہٗ نے اُس شبہ کو رفع فرمایا کہ
لستن کاحد من النساء یعنی تم چونکہ مقدس اور اہل بیت رسول علیہ السلام ہو تو تم کو ثواب و
عذاب دونا اوروں کی نسبت زیادہ ہونا چاہیئے کہ صدور معصیت ایسے شخص سے بعید ہے اور وجود
طاعت ایسے لوگوں میں مزید اخلاص سے ہوتا ہے اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ہم مقدس
اور اہل بیت نبیؐ ہیں اور اُمہات مومنین چنانچہ اسی سورت کی آیت ہے وازواجہ امہاتہم
تو ہم کو وسعت ملی کہ بروزہ خروج اور تکلم مع الناس نہیں بخلاف دیگر عورتوں کے کہ انکو احتیاط
ضروری ہے اُسکو حق تعالیٰ نے رفع فرمایا کہ ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول یعنی جبکہ
تم کو تقویٰ زیادہ ضروری ہے یا جبکہ تم عذاب حق تعالیٰ سے بچنا چاہتے ہو تو کلام ایسی طرح
نہ کرو کہ اُس سے مرد مخاطب کے دل میں فتنہ اور طمع پیدا ہو اور یہ کلام مقدمہ معصیت
بن جاوے اور امت پر ظاہر ہے کہ کسی عام عورت کو بھی اس طرح کی کلام جائز نہیں کہ
جس سے مرد مخاطب کے دل میں رغبت اس کی طرف پیدا ہو اسی واسطے فرمایا کہ آواز
عورت کی بھی عورت ہے بلکہ کلام ایسی طرح سے سختی و خشونت کے ساتھ کرے کہ نہ لہجہ میں
کوئی اشارہ فتنہ و فساد ہو اور نہ مضمون کلام سے فساد پیدا ہو اور یہ عامہ مومنات پر واجب ہے
پھر فرمایا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ جس کا ترجمہ اول ذکر ہو چکا
اور تبرج جاہلیت اولیٰ ایسا ہی ہوتا تھا کہ بلا ضرورت زینت کے ساتھ باہر پھرتی تھیں کہ
جس سے بسبب کلام اجانب اور انتشار طیب و ظہور زینت و آواز زیور وغیرہ کی فتنہ ہوتا تھا
اور ایسا خروج ہر عاقل جانتا ہے کہ عامہ مومنات پر حرام ہے خصوصیت ازواج مطہرات
کی اس میں کچھ نہیں ہے اور یہ امر بدون اس کے حاصل نہیں ہوتا کہ اپنے گھروں میں
رہیں اور اگر شدت ضرورت کے وقت باہر نکلیں تو بغیر زینت کے اپنے تمام بدن کو

ڈھک کر میلے کچیلے سڑے ہوئے کپڑوں میں مردوں سے الگ الگ ہوکر نکلیں پھر فرمایا
واقمن الصلوٰۃ وآتین الزکوٰۃ واطعن اللّٰہ ورسولہ یعنی نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو اور
اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اور یہ ہر سہ حکم بھی کسی کے ساتھ خاص نہیں
ہیں بلکہ عامہ مومنات پر فرض ہیں پس یہ امور خمسہ مذکورہ جیسے کہ عامہ مومنات پر فرض ہیں۔
ازواج مطہرات۔ کو بھی یہی حکم ہوا کہ تمہارے مقدسات ہونے سے تم اس سے مستثنٰے نہیں ہو
بلکہ تمہارا التقوے یہ ہے کہ مثل دیگر مومنات کے تم بھی ان امور کی پابند رہو اور ان پر عمل کرو۔
پھر فرمایا انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا یعنی یہ
احکام اس لئے فرماتا ہے کہ تاکہ تم کو ارجاس سے پاک کردے اور تم سے ان برائیوں کو دور فرماوے
تو اس سے معلوم ہوا کہ احکام خمسہ مذکورہ کی پابندی سب مومنات کو ضروری ہے قرار بیوت و
ترک تبرج و ادائے نماز و زکوٰۃ و اطاعت خدا و رسول ورنہ بصورت دیگر رجس سے تدلس و
تلطخ ہوگا اور اس میں سب مومنات برابر ہیں کچھ خصوصیت ازواج مطہرات کی نہیں ہے
اسی لئے دوسری جگہ حق تعالیٰ دوسری آیت اسی سورۃ میں فرماتا ہے یاایھا النبی قل
لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن کہ اس آیۃ میں
حق تعالیٰ نے محل فتنہ میں مطلقاً مُنہ ڈھکنے کا صاف حکم دیدیا چنانچہ صاحب کشاف اس کے
معنی میں لکھتے ہیں یدنین علیھن من جلابیبھن یرخینھا علیھاء یغطین بھا وجوھن
واعطافھن پس اس سے مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ قرار فے البیوت عامہ مومنات پر
فرض ہے اور گھر سے نکلنا موجب معصیت و محل اندیشہ و فتنہ و فساد ہے کہ غض بصر اس حالت
میں سخت دشوار ہے اسی واسطے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرءۃ عورۃ فاذا
خرجت استشرفھا الشیطان یعنی یہ کہ عورت سراپا ستر ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان
اُس کے ساتھ منتظر اضلال ساعی رہتا ہے اس حدیث میں آپ نے تمام بدن عورت کو عورت فرمایا۔
اور کسی عضو کا استثنا نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ سب بدن اُس کا عورت ہے اور فرمایا
کہ مطلقاً اس کے خروج پر شیطان کو استشراف ہوتا ہے کہ اُس سے عورت کو اور اور لوگوں
کو اس کے ذریعے معصیت میں ڈالے اور خروج کو مقید کسی قید کے ساتھ نہیں کیا جس سے
صاف ظاہر ہے کہ نظر کرنا مرد کا عورت کی طرف اور عورت کا مرد کی طرف محل اندیشہ ہے۔
چنانچہ حدیث ام سلمہ میں وارد ہے قالت کنت عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعندہ میمونۃ

فاقبل ابن ام مکتوم و ذلک بعد ان امرنا بالحجاب فقال احتجبا منه فقالت یا رسول اللہ
الیس اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما
الستما تبصرانہ یعنی حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ حضرت کی خدمت میں حاضر
تھیں کہ عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا تشریف لائے آپ نے ہم سے فرمایا کہ اس سے پردہ اور آڑ میں ہو جاؤ
میمونہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہے کہ نہ ہم کو دیکھے نہ پہچانے آپ نے فرمایا کہ وہ
اندھا ہے تم تو اندھی نہیں ہو انتہی بحاصلہ اس حدیث میں دیکھو کس طرح آپ نے مرد کی طرف
مستورات کے نظر کرنے سے تحذیر فرمائی اور اس روایت او نیز لفظ ادنی ان یعرفن سے
یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف اس کا جاننا کہ یہ فلان عورت ہی باعث فتنہ ہے اگرچہ چہرہ نہ دیکھے
چنانچہ ولا یعرفنا اس پر عذر میں پیش کرنا صاف دلیل ہے اور جب ازواج مطہرات کو
بحضور رسول صلے اللہ علیہ وسلم مرد کی طرف دیکھنے میں اندیشہ تھا اور وہ دیکھنا حضرت نے
ناجائز رکھا تو کوچہ و بازار کا نظارہ باہمی عامہ زن و مرد کیا کچھ موجب فساد ہوگا خصوصاً جبکہ
حسب عادت ہر دو فریق لباس آراستہ کے ساتھ نکلیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کل عین زانیۃ وان المرءۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فہی کذا وکذا تعنی زانیۃ
یعنی ہر آنکھ زناکار ہے اور جو عورت کہ خوشبو لگا کر مجلس رجال پر گزرے وہ بھی زانیہ ہے اور مثل
اسی کے بہت سی احادیث ہیں کہ جن سے ممانعت خروج نساء کی ثابت ہوتی ہے اور ظاہر
ہے کہ جب خروج نساء کا بنظر سیر و تماشا ہوگا تو زینت کے ساتھ ہوگا نہ پھٹے پُرانے
کپڑوں میں اور میلے سڑے لباس میں چنانچہ باہر پھرنے والی عورتوں کا حال خود مشاہدہ ہے
اب رہا یہ کہ آپ نے عورتوں کو اجازت مسجد میں آنے کی اور نماز پڑھنے کی دی ہے تو اولاً
خود اسی حدیث میں اشارہ فرما دیا تھا کہ ان کو مسجد میں آنا اچھا نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ
وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھا کریں ثانیاً اس میں یہ حکم تھا کہ اگر نکلیں تو میلے سڑے کپڑوں
میں نکلا کریں اور پھر حکم خروج کا بھی اندھیرے میں تھا قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم
لا تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتہن خیر لہن یعنی اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے تم
نہ روکو اور اُن کو گھروں میں نماز پڑھنا مسجد میں آنے سے بہتر ہے جناب سرور کائنات
کے وقت میں اور مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت کو اس مفسدہ پر جو ان کے خروج
میں موہوم ہے ترجیح نہ ہوئی اور خروج کے اوپر قرار بیوت کو خیریت و فضیلت رہی تو اب آئمہ

کے پیچھے نماز پڑھنا یا بغیر نماز کے ویسے ہی سیر و تماشے کے واسطے نکلنا کیسے راجح و خیر
ہو سکتا ہے اور فرمایا لا تمنعوا اماء الله المساجد ولکن لیخرجن وھن تفلات یعنی اللہ
کے بندیوں کو نماز کے واسطے مسجد میں آنے سے نہ روکو مگر اُن پر ضروری ہے کہ میلے کچیلے ہو کر نکلیں
باوجودیکہ نماز میں جو حضوری رب العالمین کا وقت ہے۔ غایۃ تطہر و تطیب مطلوب اور مامور بہ ہے
جب بھی عورتوں کو میلا ہونا اور ستھرائی نہ کرنا مامور بہ ہوا تو خروج کوچہ و بازار میں جو عین مجالس
شیطان ہیں زینت و آرائش کیسے روا ہوگی اور نیز آپ فرماتے ہیں لصلوۃ المرءۃ فی بیتہا
افضل من صلوتہا فی حجرتہا وصلاتہا فی مخدعہا افضل من صلوتہا فی
بیتہا یعنی عورت کی نماز صحن دار میں پڑھنے سے اندر مکان میں پڑھنی افضل ہے اور اندر کی
کوٹھری میں نماز پڑھنا باہر کی کوٹھری میں نماز پڑھنے سے افضل ہے آنحضرت کی کلام سے
صاف ظاہر ہے کہ عورت کے واسطے غایت تستر اور نہایت احتجاب مقصود ہے جس قدر بھی
ہو سکے اُس میں سعی و کوشش لازمی ہے حالت نماز میں بھی چہ جائیکہ سیر و تماشا و کوچہ گردی اور حضرت
ابو ہریرہ سے روایت ہے انہ لقیتہ امرءۃ وجد منہا ریح الطیب ولذیلہا اعصار فقال
یا امۃ الجبار جئت من المسجد قالت نعم قال ولہ تطیبت قالت نعم قال انی سمعت حبی
ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تقبل صلوۃ امرءۃ تطیبت لھذا المسجد حتی
ترجع فتغتسل غسلہا من الجنابۃ علی ھذا اور اس قبیل سے بہت سی روایات ہیں اور
وہ زمانہ خیر کا تھا کہ تمام مرد و زن اہل صلاح و تقوے تھے ہزاروں میں دو چار اگر اہل فساد ہوں تو
بحیاء اہل تقوے ان کو جرأت نظر بد کی نہ ہوتی تھی اور پھر اندیشہ تعزیر و فضیحت بھی ساتھ ہی ہوتا
تھا پس ایسے وقت میں اگر بضرورت اجازت دی بھی گئی تو اُس پر ایسے زمانہ کو کہ جو فتنہ و فساد
سے پُر ہے اور اہل تقوے کوئی شاذ و نادر ہے ہرگز قیاس نہیں کر سکتے اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے اندیشہ کے وقت ممانعت خروج کا اشارہ کر بھی دیا تھا جیسا کہ روایات سابقہ سے معلوم ہوا بعد
تصریح کلیات کے پھر جزئی جزئی کی تصریح ضروری نہیں ہوتی چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی
ہیں لو ادرک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعہن کما منعت نساء بنی اسرائیل
لہذا آپ کی اُس وقت اجازت دینے کو اس وقت کی اجازت کے واسطے حجۃ بنانا ہرگز کسی طبع سلیم کو
مقبول نہ ہوگا اور وہ جو فقہا نے ستر کے بارے میں لکھا ہے کہ چہرہ عورت کا عورت نہیں ہے تو اس
کے یہ معنی ہیں کہ اداے صلوۃ میں اُس کا ڈھکنا فرض نہیں ہے یا یہ کہ جہاں کوئی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو

چنانچہ بیضاوی نے ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منہا کی تفسیر میں لکھا ہے والمستثنی ہو الوجہ والکفان لانہا لیست بعورۃ والاظہر ان ہذا فی الصلوۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شیء منہا الا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشہادۃ انتہی اور کلام فقہا کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ چہرہ کھولکر کوچہ و بازار میں پھرتی ہیں اور مردوں کو اپنے اوپر لبھایا کریں چنانچہ آیۃ یدنین من جلابیبہن میں صراحت موجود ہے اور ایسے موقع میں چہرہ کھولنا تصریحات فقہا سے ہی حرام ہے چنانچہ مسائل حظر و اباحت وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں + الحاصل ان آیات و احادیث و روایات فقہیہ سے اہل دین و فہم پر واضح ہو گیا کہ عورتوں کو سیر و تماشے کے واسطے باہر نکلنا ہرگز جائز نہیں اور اہل غیرت پر خود ظاہر ہے کہ اس وقت کا نکلنا موجب کس قدر فتنہ و فساد کا ہے چنانچہ جو بلاد کہ اُن میں پردہ اور اجانب سے احتیاط اصلا نہیں ہے اور اختلاط زن و مرد میں بیباکی اور لاپرواہی برتی جاتی ہے تو واقفین اخبار و احوال ممالک پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ وہاں کس قدر مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور کس کثرت سے وہاں زنا اور اولاد زنا پائی جاتی ہیں اور جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ پردہ مروجہ ہند شرفا اہل اسلام نامشروع نہیں ہے بلکہ عین صواب اور موافق مصلحت ہے اور بالکل احکام شرعیہ ثابتہ بآیات و روایات کے مطابق ہے تو معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اس پردہ کے مسلمانوں میں سے اُٹھ جانے کی سعی کر رہے ہیں وہ سخت خطا کر رہے اور ان کی یہ تمام سعی اشاعت فاحشہ والی الزنا ہے اور خلاف قانون شرم و حیا اور جو علما اس پردہ مروجہ کے حامی و معین ہیں وہ عین حمایت و اعانت حق کر رہے ہیں۔ بارک اللہ فی جمیل مساعیہم و اعانہم بتکثیر معاونہم و دواعیہم آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم +

رقمہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفا اللہ عنہ الصمد

فہرست دیگر کتب مولفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب۔ جو بند محمد یحیی۔ مقیم مسجد گنگوہ ضلع سہارنپور سے ملسکتی ہیں

فتاوی رشیدیہ / امداد السلوک	۳؍	لطائف رشیدیہ / ہدایۃ الشیعہ	۱؍ / ۳؍	زبدۃ المناسک / رسالہ تراویح	۱؍	رسالہ جمعہ۔ فتوی میلاد / رسالہ وقف
تالیفات مولوی اشرف علی صاحب		کرامات امدادیہ / مکتوبات امدادیہ	۲؍ / ۲؍	فروع الایمان / صفائی معاملات	۲؍ / ۱؍	شجرہ مع رسالہ تعلیم الطالب / علاج القحط و الوباء

انتباہ المومنین۔ تقریر دلپذیر۔ حجۃ الاسلام مع تتمہ۔ مباحثہ شاہجہانپور۔ رسالہ خدا شناسی۔ انتصار الاسلام۔ قبلہ نما۔ آب حیات